بسم اللہ الرحمن الرحیم   الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ

شیخ الحدیث محدث اعظم پاکستان حضرت مولانا علامہ الحاج ابوالفضل محمد سردار احمد (قدس سرہ العزیز) کی مختصر سوانح حیات، درس حدیث و مسلکی خدمات جلیلہ و دینی استقامت اور آپ کے مدلل و مفصل ایمان افروز، روح پرور "خطبات مبارکہ" سے مزین اس کتاب کا لفظ لفظ دلنشیں و اثر آفریں ہے۔ علماء و خطباء و مقررین اور عوام اہلسنت کیلئے نایاب تحفہ

خطباتِ محدثِ اعظم

حسب الارشاد

محمد حفیظ نیازی

مدیر ماہنامہ رضائے مصطفےٰ گوجرانوالہ

ادارہ رضائے مصطفےٰ چوک دارالسلام گوجرانوالہ

055-4217986
0333-8159523

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سَیَجْعَلُ لَھُمُ الرَّحْمٰنُ وُدًّا۔

(پارہ ۱۶ سورہ مریم، ع ۹، آیت ۹۶)

"بے شک وُہ جو ایمان لائے اور اچھے کام کئے عنقریب اُن کیلئے رحمان محبت کردے گا"

بحمد اللہ کیا شُہرہ ہوا سردار احمد کا

کہ ایک عالم فدائی ہو گیا سردار احمد کا (رحمۃ اللہ علیہ)

خُطبات محدّثِ اعظم (قدس سرہٗ العزیز)

مع

مُختصر سوانح حیات و تأثرات

ازافادات عالیہ:

نائبِ محدّثِ اعظم پاکستان' پاسبانِ مسلکِ رضا' مجاہدِ ملت' نباضِ قوم

حضرت علامہ الحاج مفتی ابوداوٗد محمد صادق صاحب مدظلہ العالی

امیر جماعت رضائے مصطفٰے پاکستان

ترتیب وتدوین: الحاج محمد حفیظ نیازی مدیر ماہنامہ رضائے مصطفٰے گوجرانوالہ

ناشر: ادارہ رضائے مصطفٰے چوک دارالسلام گوجرانوالہ

نام کتاب ---------- خطباتِ محدثِ اعظم علیہ الرحمۃ

تالیف ---------- مولانا ابوداؤد محمد صادق صاحب

صفحات ---------- 152

ہدیہ ---------- 80روپے

اشاعت ---------- رجب المرجب ۱۴۲۸ھ

ترتیب وتدوین ---------- محمد حفیظ نیازی

پروف ریڈنگ ---------- محمد نعیم اللہ خاں قادری

(بی ایس سی، بی ایڈ، ایم اے)

کمپوزنگ ---------- محمد نوید رضوی

ناشر: ---------- مکتبہ رضائے مصطفےٰ

چوک دارالسلام گوجرانوالہ

نعت شریف

اُن کی مہک نے دل کے غنچے کھلا دیئے ہیں
جس راہ چل گئے ہیں کوچے بسا دیئے ہیں
جب آ گئی ہیں جوشِ رحمت پہ اُن کی آنکھیں
جلتے بجھا دیئے ہیں روتے ہنسا دیئے ہیں
اِک دل ہمارا کیا ہے آزاد اس کا کتنا
تم نے تو چلتے پھرتے مُردے جلا دیئے ہیں
اُن کے نثار کوئی کیسے ہی رنج میں ہو
جب یاد آ گئے ہیں سب غم بھلا دیئے ہیں
اسرا میں گزرے جس دم بیڑے پہ قدسیوں کے
ہونے لگی سلامی پرچم جھکا دیئے ہیں
آنے دو یا ڈبو دو اب تو تمہاری جانب
کشتی تمہیں پہ چھوڑی لنگر اُٹھا دیئے ہیں
اللہ کیا جہنم اب بھی نہ سرد ہو گا
رو رو کے مصطفےٰ نے دریا بہا دیئے ہیں
میرے کریم سے گر قطرہ کسی نے مانگا
دریا بہا دیئے ہیں دُر بے بہا دیئے ہیں
ملکِ سخن کی شاہی تم کو رضاؔ مسلّم
جس سمت آ گئے ہو سکے بٹھا دیئے ہیں

(کلام الامام اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ)

انتساب

آکاش سنیت کے درخشاں آفتاب حضرت محدث اعظم پاکستان ابوالفضل مولانا علامہ الحاج محمد سردار احمد قادری چشتی (قدس سرہٗ العزیز) کے خطبات اور مختصر سوانحی حالات و خدمات پر مشتمل اس کتاب کو حضرت ممدوح کے استاذی المکرم و شیخ طریقت شہزادۂ اعلیٰ حضرت حجۃ الاسلام مولانا محمد حامد رضا خاں (رحمۃ اللہ علیہ) کے نام منسوب کرتا ہوں، جن کے فیض صحبت و خصوصی تربیت نے حضرت محدث اعظم کو عظیم روحانی و علمی صلاحیتوں سے سرفراز کیا۔

جس کی بدولت اُن کے نائب اعظم مولانا ابوداؤد محمد صادق مدظلہ اور دیگر خلفاء و تلامذہ کو اندرون و بیرون ملک دینی مسلکی خدمات کا حوصلہ و ولولہ عطا ہوا اور اس وقت تمام دنیا میں اُن کے ہزاروں پیروکار مسلک حق، مسلک اہلسنت کی خدمت و ترویج و اشاعت میں مصروف ہیں اور تعلیمات اعلیٰ حضرت کی روشنی لحظہ بلحظہ تیز سے تیز تر ہوتی جا رہی ہے۔

بمصداق اندھیرا گھٹتا جاتا ہے اُجالا ہوتا جاتا ہے

محمد مصطفےٰ کا بول بالا ہوتا جاتا ہے

(ﷺ)

(الفقیر: محمد حفیظ نیازی غفرلہٗ)

پیش لفظ

جس دور میں برصغیر کے اندر منافقت و بے ضمیری کا بازار گرم تھا' شانِ رسالت کے باغی سادہ لوح عوام کو رواداری کے نام پر گمراہ کر رہے تھے' توہین کو دین کا نام دیا جاتا تھا' اہلسنّت کے عقائد و معمولات کو شرک و بدعت قرار دے کر راہِ حق سے منحرف کرنے کی تگ و دو عروج پر تھی۔

شرک تھا جب ناز کرنا احمدِ مختار پر
نکتہ چیں تھے لوگ علمِ سیّد الابرار پر
ہر ولی ہر غوث کو بے دست و پا سمجھا گیا
یا رسول اللہ کہنے پر تھا فتویٰ شرک کا

اس نازک دور میں مجددِ ملت اعلیٰ حضرت مولانا امام احمد رضا خاں بریلوی (قدس سرہٗ العزیز) نے اصلاحِ اُمت کا بیڑا اُٹھایا اور انتہائی نامساعد حالات میں مسلکِ حق کی کشتیِ اسلام کو بدمذہبیت کے طوفانوں سے کامیابی کے ساتھ نکال کر عشق و محبتِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساحل سے ہمکنار کر دیا۔

پروردۂ آغوشِ اعلیٰ حضرت حجۃ الاسلام مولانا شاہ محمد حامد رضا خان علیہ الرحمۃ الرضوان کی خصوصی تربیت کے عظیم شاہکار

حضرت محدثِ اعظم شیخ الحدیث مولانا ابوالفضل محمد سردار احمد صاحب مجددِ ملت اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ کے پُر شکوہ افکار کو بریلی شریف کی مقدس سرزمین

سے پنجاب کی ریتلی و سنگلاخ زمین پر لے آئے اور فیصل آباد (اس وقت لائلپور) کو مرکز بنا کر گلشنِ سنیت کو باغ و بہار بنا دیا۔

تعصب، تنگ نظری، نفرت، کدورت اور منافقت کے اندھیرے چھٹنے لگے اور آپ کی شب و روز کی مساعی جمیلہ نے اہلسنت کو پھولوں کی بجائے گلشن عطا کئے، شمع کی بجائے روشنی کے مینار دیئے، مدرسین کے روپ میں مدارس دیدیے عطا فرمائے اور یوں مسلکِ حق کی روشنی چار دانگِ عالم میں پھیلتی چلی گئی۔

آپ کی سوانح حیات و دینی خدمات پر نہ صرف اخبارات و رسائل میں بارہا لکھا گیا بلکہ متعدد مختصر مبسوط و ضخیم کتب بھی شائع ہوئیں۔ تاہم علماء کرام و اہلِ طریقت کا عرصہ دراز سے مسلسل تقاضا تھا کہ آپ کی تقاریر کا بھی کوئی مجموعہ منظرِ عام پر لایا جائے۔ فقیر کا بھی کئی بار قصد ہوا کہ اس اہم اور مفید ترین مواد کو کتابی شکل دی جائے لیکن کثیر دینی، تبلیغی، اشاعتی ذمہ داریوں کی وجہ سے وقت نکالنا مشکل بنا رہا اور مسلسل تاخیر ہوتی چلی گئی۔ بحمد اللہ تعالیٰ فی الحال محسنِ ملت حضرت مولانا علامہ مفتی ابوداؤد محمد صادق صاحب مدظلہ العالی کے صاحبزادگان، مولانا محمد داؤد رضوی اور الحاج محمد رؤف رضوی کے عملی تعاون سے زیرِ نظر کتاب

"خطباتِ محدثِ اعظم"

پیشِ خدمت ہے۔ اگرچہ بعض ناگزیر وجوہات کی بناء پر بعض تقریریں اس مجموعہ میں شامل نہ کی جاسکیں تاہم نقشِ ثانی میں ان شاء اللہ اس نقشِ اول کے علاوہ مزید

تقاریر بھی شامل کی جائیں گی اور حضرت موصوف کے تحریری نوادات بھی شاملِ اشاعت کیے جائیں گے۔

قارئین کرام سے التماس ہے کہ جن حضرات کے پاس حضرت محدثِ اعظم علیہ الرحمۃ کی کسی تقریر کا مواد محفوظ ہو وہ فقیر سے جلد از جلد رابطہ کریں۔

چونکہ حضرت شیخ الحدیث محدثِ اعظم پاکستان مولانا محمد سردار احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا سوانحی خاکہ اور اُن کی دیگر خدماتِ جلیلہ پر اُن کے نائب اعظم حضرت مولانا علامہ پیر ابوداؤد محمد صادق صاحب حفظہُ اللہ تعالیٰ کے معلوماتی مضامین موجود تھے اس لئے اُنہیں بھی شاملِ اشاعت کیا جارہا ہے اور حقیقت یہ ہے کہ ان مضامین نے اس کتاب کو چار چاند لگا دیئے ہیں۔

ع...... گر قبول افتد زہے عز و شرف

محمد حفیظ نیازی

بحمد اللہ کیا شہرہ ہوا سردار احمد کا

منقبت: از سیّد ایوب علی رضوی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ

درج ذیل اشعار حضرت سیّد ایوب علی رضوی صاحب (رحمۃ اللہ علیہ) نے جامعہ رضویہ کی پہلی عمارت کے صحن میں حضرت شیخ الحدیث کی موجودگی میں "کلامِ شاعر بزبانِ شاعر" خود پڑھ کر سنائے۔ حضرت شیخ الحدیث سیّد صاحب کی ہمہ وقت عزّت افزائی فرماتے اور ہمیشہ نہایت ادب واحترام کے ساتھ پیش آتے۔ فقیر راقم الحروف اس موقع پر اس چھوٹی سی مجلس میں موجود تھا۔ دورانِ سماعت حضرت شیخ الحدیث پر بڑی رقّت طاری تھی اور آنسو اُن کی آنکھوں سے چھلک رہے تھے اور چہرۂ مبارک پر تابدار موتی بنے نظر آتے تھے۔

آہستہ آہستہ اس منقبت کو بہت شہرت اور پذیرائی حاصل ہوئی اور برادران خانیوال کا وظیفہ بن گئی۔

بحمد اللہ کیا شہرہ ہوا سردار احمد کا
کہ اِک عالم فدائی ہو گیا سردار احمد کا

زبانِ خلق سے حق نے کیا اعلانِ سرداری
جبھی تو آج ڈنکا بج رہا سردار احمد کا

جہاں کل چھائی تھیں کالی گھٹائیں آج دیکھو تو
وہاں پھیلا ہے کیسا چاند نا سردار احمد کا

کہاں ہیں رہزنانِ دین، ناکوں سے چنے چابیں
کہ ناکوں پر ہے قبضہ جابجا سردار احمد کا

تہلکہ مچ گیا، کھلبل پڑی، تھرا گئے منکر
پھریرا جس گھڑی اڑنے لگا سردار احمد کا

نکھر جاؤ جنہیں اے بے سرو! سردار ہونا ہے
کہ دریائے کرم ہے بہہ رہا سردار احمد کا

نظر سے رات دن دولہا براتوں کے گزرتے ہیں
مگر ضرب المثل سہرا سجا سردار احمد کا

خداوندا مدینے کے چمکتے چاند کا صدقہ
ستارا اوج پر ہو دائما سردار احمد کا

الٰہی مبتدی جتنے بھی آئیں منتہی جائیں
رہے یہ سلسلہ جاری سدا سردار احمد کا

ارے ایوب دیکھا مظہرِ اسلام کا منظر
کہ مرجع خلق کا ہے مدرسہ سردار احمد کا

(رحمۃ اللہ علیہ)

اُردو اِرشادات

تقریر شروع کرنے سے قبل موضوع کے مطابق آیہ کریمہ تلاوت فرما کر انتہائی پُرسوز و عشق و محبت میں ڈوبے ہوئے الفاظ میں حاضرین سے یوں فرماتے:

تمامی احباب "نہایت ہی اخلاص، ذوق و شوق اور اُلفت و محبت کے ساتھ آقا و مولیٰ، مدینے کے تاجدار، احمد مختار، محبوب کبریا، سرور انبیاء، شہ ہر دو سرا، شب اسریٰ کے دولہا، عرش کی آنکھوں کے تارے، نبی پیارے ہمارے، نور مجسم، شفیع معظم، نبی محترم، رسول محتشم، سرکار دو عالم حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دربار عالی میں تین تین مرتبہ جھوم جھوم کر ہدیہ درود و سلام عرض کریں، پیش کریں"۔

الصلوٰۃ والسلام علیک یارسول اللہ

الصلوٰۃ والسلام علیک یاسیدی یارسول اللہ

الصلوٰۃ والسلام علیک یارسول اللہ وعلیٰ آلک واصحبک یا حبیب اللہ

الصلوٰۃ والسلام علیک یارسول اللہ وعلیٰ آلک واصحبک یا حبیب اللہ

الصلوٰۃ والسلام علیک یارسول اللہ وعلیٰ آلک واصحبک یا حبیب اللہ

الصلوٰۃ والسلام علیک یارسول اللہ وعلیٰ آلک واصحبک یا حبیب اللہ

الصلوٰۃ والسلام علیک یارسول اللہ وعلیٰ آلک واصحبک یا حبیب اللہ

خطاب اوّل

''اِتباعِ رسول'' (صلی اللہ علیہ وسلم)

۲۸ شوال المکرم بروز بدھ بعد نمازِ عشاء مدرسہ حنفیہ رضویہ سراج العلوم اہلسنّت و جماعت زینۃ المساجد گوجرانوالہ کے تیسرے سالانہ اجلاس میں حضرت قبلہ شیخ الحدیث نے آیۂ کریمہ قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَ يَغْفِرْلَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ (پارہ ۳، سورہ آلِ عمران، آیت ۳۱)

ترجمہ: '' اے محبوب تم فرمادو کہ لوگو اگر تم اللہ کو دوست رکھتے ہو تو میرے فرمانبردار ہو جاؤ' اللہ تمہیں دوست رکھے گا اور تمہارے گناہ بخش دے گا اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے''۔ تلاوت فرمائی اور حاضرین کو اپنے نُورانی اِرشادات سے نوازتے ہوئے فرمایا'' اگر مولیٰ تعالیٰ کو حضور نبیٔ اکرم نُورِ مجسّم کی ذات والاصفات کو پیدا کرنا منظور نہ ہوتا تو خُدائی ہی کو پیدا نہ فرماتا۔ دیکھئے درخت کی بہار کا دارومدار جڑ پر ہے درخت کی جڑ کو مولیٰ تعالیٰ نے پہلے پیدا کیا پھر ٹہنیاں، پھُل پھُول' پھلوں کے ذائقے اور پھولوں کے رنگ اِن سب کو جڑ کا محتاج کیا اور اسی کے ذریعہ اُن کو فیض پہنچایا۔ جڑ کا خالق بھی اللہ تعالیٰ ہے اور پھَل پھُول شاخوں پتّوں کو بھی اُسی نے پیدا کیا ہے۔ اگرچہ درخت کا دارومدار جڑ پر ہے مگر جڑ خُدا کی شریک نہیں بلکہ اُس کی مخلوق ہی ہے۔ اسی طرح یہ ساری دُنیا درخت کے پھَل اور پھُول ہیں مگر اس ساری مخلوق کی جڑ (اصل) حضور شافع یوم النشور (صلی اللہ علیہ وسلم) ہیں۔ جڑ نہ ہو تو درخت ہو اور

نہ ہی درخت کے پھل پھول ہوں اسی طرح رسولِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم نہ ہوں تو وجودِ کائنات بھی نہ ہو۔ ساری خدائی کو ربّ تعالیٰ نے پیدا فرمایا مگر بوسیلۂ نُورِ مصطفےٰ علیہ التحیۃ والثناء۔ جس طرح درخت کو پھل پھول' ذائقہ' نزاکت ولطافت' جڑ کے وسیلہ سے عطا ہوتی ہے مگر دینے والا ربّ تعالیٰ ہے اسی طرح روزی عطا تو اُسی بارگاہ سے ہوتی ہے مگر صدقہ حبیبِ پاک علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کے۔ خداوند تعالیٰ نے ساری مخلوق کو اُن کا محتاج کیا ہے۔ لہذا کوئی بھی ان سے مستغنی نہیں ہو سکتا۔ نہ کوئی ان جیسا ہے' نہ وہ خدا کے شریک ہیں۔

آپ نے دُور سے ایک درخت کو دیکھا' اُس کے پتّے دیکھے' تنے کو دیکھا' انہیں دیکھ کر آپ نے فیصلہ کیا کہ اِس درخت کی جڑ ہے۔ معلوم ہوا کسی کو زندہ و موجود ماننے کیلئے اس کا دیکھنا ضروری نہیں۔ شاخیں دیکھ کر' پتّے دیکھ کر سب کو معلوم ہو جاتا ہے کہ جڑ زندہ ہے۔ اسی طرح رسول پاک ﷺ ساری خُدائی کی جڑ ہیں۔ ایمانی نگاہ سے کائنات کے ذرّے ذرّے اور آسمان کے ستارے دیکھ کر ایک مسلمان کہتا ہے کہ جڑ زندہ ہے اسی لئے تو یہ رونقِ کون و مکان ہے۔ محبوبِ ربّ العالمین حیات ہیں تبھی تو نظامِ کائنات قائم ہے۔

جو یہ کہتے ہیں کہ میں تو تب مانوں جب دیکھ لُوں تو اُس سے پُوچھو کہ تُو بغیر دیکھے خُدا تعالیٰ' اُس کے فرشتوں' کراماً کاتبین پر کیسے ایمان رکھتا ہے؟ جب تُو بِن دیکھے اپنی جان پر ایمان رکھتا ہے تو بِن دیکھے جانِ جہاں (محمد رسول اللہ علیہ

التحیۃ والثناء) پر کیوں ایمان نہیں لاتا۔ تیرا دیکھ نہ سکنا تیری اپنی نظر کا قصور ہے ورنہ جو دیکھنے والے ہیں (اولیائے کرام) وہ تو ہر وقت دیکھتے ہیں بلکہ فرماتے ہیں کہ "اگر ایک لحظہ ہمیں رسول اللہ ﷺ کی زیارت نہ ہو ہم اپنے آپ کو مسلمانوں میں شمار ہی نہ کریں"۔ اے منکر افسوس ہے تجھ پر کہ نہ تو تُو خود پیارے مُصطفےٰ علیہ التحیۃ والثناء کو حیات و حاضر و موجود جانتا ہے اور نہ ہی دیکھنے والوں (اکابر اولیاء کرام) کی بات مانتا ہے۔

فرمایا: جڑ اپنے سارے پھلوں، پھولوں، شاخوں اور پتوں کو طاقت پہنچاتی ہے اور جڑ کو علم ہوتا ہے کہ میرے درخت کے فلاں حصہ میں کیا ہے اور فلاں حصہ کس حالت میں ہے۔ رسولِ پاک علیہ الصّلوٰۃ والسّلام بھی ساری خدائی کی جڑ ہیں۔ مشرق و مغرب، شمال و جنوب، خشک و تر آپ کے علم میں ہیں، آپ جانتے ہیں کہ کون کہاں ہے، کیا کرتا ہے، کس چیز کی حاجت رکھتا ہے، آپ کو ان سب کا علم عطا فرمایا گیا ہے۔

فرمایا رسولِ پاک علیہ السّلام نے کہ "مجھ پر ایمان لاؤ اور میری اتّباع کرو۔ میرے صدقے سے اللہ تعالیٰ تمہیں بخش دیگا، وہ بخشنے والا مہربان ہے"۔ اتباع کس بات میں ہوتی ہے؟ عقیدہ اور ایمان میں، چال میں، ڈھال میں، سکون میں، رفتار میں، غرضیکہ ہر چیز میں اتّباع کرنی ہے۔

فرمایا: پہلے اتباع ایمان میں ہے۔ مسجدِ نبوی میں حضور منبر پر جلوہ افروز ہوئے اور اللہ کی قسم کھا کر ارشاد فرمایا کہ تحقیق میں یہیں سے اپنے حوضِ کوثر کو اب دیکھ

رہا ہوں"۔ فرشِ زمین پر تشریف رکھتے ہوئے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی آنکھوں سے اپنے حوضِ کوثر کو ملاحظہ فرما رہے ہیں۔ اب جو یہ کہتا ہے کہ نبیٔ پاک کو آسمانوں کے پار سب کچھ نظر آتا ہے اور وہ دُور و نزدیک سے ایک جیسا دیکھتے ہیں تو یہ ہے ایمان میں اتباع' اور جو یہ کہے کہ حضور کو "دیوار کے پیچھے کا بھی علم نہیں" وہ رسولِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع نہیں کرتا۔

محبوبِ ربّ العالمین علیہ التحیۃ والتسلیم نے یہ بھی فرمایا کہ مجھ کو میرے ربّ نے زمین کے تمام خزانوں کی کنجیوں کا مالک بنا دیا ہے۔ اب جو یہ کہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کسی چیز کے مختار نہیں تو وہ نبیٔ پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع نہیں کرتا بلکہ اُن کا مخالف ہے' جس کا اعتقاد حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے مطابق نہیں وہ حضور کا متبع نہیں ہو سکتا اور جس کا اعتقاد ٹھیک نہیں اس کے اعمال کا کوئی اعتبار نہیں۔ جڑ اور بنیاد ٹھیک نہیں تو کچھ بھی نہیں۔ وہ لوگ جو کہتے ہیں کہ آپ کسی چیز کے مالک و مختار نہیں اُن کا کہنا غلط ہے کیونکہ خدا کی جتنی مخلوق ہے وہ سب ہمارے نبی کی رسالت کے دائرے میں ہے۔

اُرْسِلْتُ اِلَى الْخَلْقِ كَافَّةً (صحیح مسلم، جلد ا، ص ۱۹۹) اور جو چیز اور علاقہ جس کے حلقۂ احاطہ و دائرہ میں ہو وہ اس کا مختار ہوتا ہے۔

پ سورۃ الانعام آیت نمبر ۵۰

فرمایا۔ لَا اَقُوْلُ لَكُمْ عِنْدِىْ خَزَآئِنُ اللّٰهِ (الآیہ) میں کافروں سے فرمایا گیا ہے کہ "اے کافرو! میں تمہیں نہیں کہتا کہ میرے پاس اللہ کے خزانے ہیں ہاں یہ میرے صحابہ ہیں' ہدایت کے ستارے میں انہیں کہتا ہوں' اپنے ماننے والوں

کو فرماتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے خزانوں کی کُنجیاں دی ہیں۔ اے کافرو! تمہیں نہیں کہتا تم تو مجھے مانتے ہی نہیں ہو۔

اب چونکہ رسولِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے اہلِ ایمان کو فرمایا کہ ''میرے پاس خزانوں کی چابیاں ہیں اور میں مالک ہوں'' اور مخالفین کو فرمایا میں تمہیں نہیں کہتا کہ میرے پاس اللہ کے خزانے ہیں' اسی لئے اہلِ ایمان اہلسنت تو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو مالک و مختار جانتے ہیں مگر مخالفین مالک و مختار نہیں مانتے۔

ع...... پسند اپنی اپنی نصیب اپنا اپنا

فرمایا: خود تو یہ لوگ چار روپے کاتب کو دے کر اپنے نام کا بورڈ لگا لیتے ہیں اور دُکان و مکان و دیگر سامان کا مالک بن بیٹھتے ہیں مگر رب تعالیٰ نے جس پیارے حبیب کا نام جنّت پر' جنّت کی تمام چیزوں پر لکھا ہے اس کے متعلّق کہتے ہیں کہ وہ کسی چیز کا مالک و مختار نہیں۔ لہٰذا جس مَولیٰ نے اپنے حبیب کا نام لکھا ہے اس نے اپنے حبیب کو مالک و مختار بھی بنایا ہے۔

غیر اللہ کا نام:

فرمایا: بعض لوگ کہتے ہیں کہ جس چیز پر غیر اللہ کا نام آیا وہ حرام ہو گئی' اب بتاؤ ایسے لوگ جنّت میں کیسے جائیں گے کیونکہ وہاں تو ہر چیز پر پیارے مصطفےٰ علیہ التحیۃ والثناء کا نام لکھا ہوا ہے۔ جو کہے کہ غیرِ خدا کا' پیارے مصطفےٰ کا نام آجانے سے چیز حرام ہو جاتی ہے' وہ اپنی زبانی یہ اقرار و اعلان کر رہا ہے کہ جنّت اس پر حرام ہے۔

اسی طرح جو شخص یہ کہے کہ حضور شفیع المذنبین شفاعت نہیں فرمائیں گے وہ بھی ٹھیک کہتا ہے کیونکہ حضور شفیع المذنبین واقعی اس کی شفاعت نہیں فرمائیں گے۔ چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خود فرمایا کہ جو دُنیا میں میری شفاعت کا مُنکر ہے قیامت میں اس کو میری شفاعت سے حصّہ نہیں ملے گا۔ شفاعت و جنّت تو اُن کیلئے ہے جو ماننے والے ہیں۔ کیونکہ ماننے والوں کو سب کچھ ملتا ہے اس لئے وہ کہتے ہیں کہ حضور شافع یوم النشور علیہ الصّلوٰۃ والسّلام ہمیں سب کچھ دیتے ہیں اور جو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان کے مُنکر ہیں کیونکہ وہ مردُود و محروم ہیں اس لئے وہ کہتے ہیں کہ ہمیں تو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کچھ نہیں دے سکتے' وہ تو کسی چیز کے مالک و مختار ہی نہیں' تو معلوم ہوا کہ ہر شخص اپنی حقیقت بیان کرتا ہے۔

فرمایا: حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تو یہ شان ہے کہ جس پر کرم فرمائیں اسے جنّت کا بادشاہ بنا دیں۔ چنانچہ فرمایا کہ ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما جنّت کے بوڑھوں (جو دُنیا سے اس عمر میں رُخصت ہوئے) کے سردار ہیں۔ اور حسن و حسین (رضی اللہ عنہما) جنّت کے نوجوانوں کے سردار ہیں اور فاطمہ (رضی اللہ عنہا) اہلِ جنّت کی عورتوں کی سردار ہیں۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقہ سے یہ حضرات جنّت کے محکمے والے ہیں۔۔۔۔۔۔ جس کا جنّت کے محکمے والوں سے تعلّق نہ ہوا اسے جنّت کی زمین کا چپّہ بھی نہیں ملے گا' جسے جنّت کو جانا ہے اسے اِن حضرات کو ماننا اور اِن کے ساتھ تعلّق رکھنا ہوگا۔

فرمایا: کئی لوگ آج کل اپنی مخصوص اغراض کے پیشِ نظر جہاد کا نعرہ لگا رہے ہیں حالانکہ اُن میں وہ لوگ بھی ہیں جنہوں نے قیامِ پاکستان کے وقت نہرو، گاندھی اور پٹیل کا ساتھ دیا تھا اور سکھوں کے ساتھ مِل گئے اور دُشمنانِ اسلام کے ہاتھوں بِک گئے تھے، یہ کیا جہاد کریں گے۔ دُشمنانِ اسلام سے جہاد کرنا اہلسنت کا کام ہے، اہلسنت ہی نے سومنات پر چڑھائی کی اور اہلسنت کے پیشواؤں نے ہی ہندوستان کو فتح کیا اور اسلام پھیلایا۔ الحمدللہ ہم اہلسنت کبھی دُشمنانِ دین کے ہاتھوں نہیں بِکے۔ جو رسول کریم ﷺ کی محبت و اولیاء کرام کے پیارے ہاتھوں بِک چکا ہو وہ غیروں کے ہاتھوں کیسے بِک سکتا ہے؟

فرمایا: بعض لوگ جو تحفظِ ختمِ نبوت کے نعرے لگاتے پھرتے ہیں اُن کے یہ نعرے صرف لوگوں کو اپنی طرف متوجّہ کرنے اور سیاسی مصالح کیلئے ہیں۔ کیونکہ ختمِ نبوت تو ختمِ نبوت، اِن لوگوں کا تو حیاتِ نبوت پر بھی ایمان نہیں (جیسا کہ ان کی کتابوں میں لکھا ہے) حالانکہ جو ختمِ نبوّت کو مانے اُسے حیاتِ نبوّت کا ماننا ضروری ہے۔ جو شخص سُورج کی شعاعوں اور چاند کی چاندنی کو موجود مانے اُسے سُورج اور چاند کو بھی موجود ماننا پڑے گا، اور جو کہے کہ سُورج کی شعاع اور چاند کی چاندنی تو موجود ہے مگر سُورج اور چاند موجود نہیں وہ بیوقوف ہے۔ اسی طرح جو ختمِ نبوت زندہ باد کا نعرہ لگائے اور خاتم النبیین ﷺ کو زندہ و موجود نہ مانے وہ بدمذہب ہے۔

فرمایا: جو کلمہ ہم اس وقت پڑھتے ہیں صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم

اجمعین بھی یہی کلمہ پڑھتے تھے' ہر صدی میں یہی کلمہ پڑھا گیا' صدیاں گزر گئیں اس میں کوئی تغیر و تبدل نہیں ہوا۔ کلمہ کی سُرخی و عُنوان برقرار ہے کیونکہ کلمہ کا مضمون و مفہوم (محمد رسول اللہ ﷺ) زندہ ہے۔ اگر معاذ اللہ کلمہ کا مفہوم و مضمون زندہ نہ ہوتا تو کلمہ کی سُرخی و عُنوان بھی بدل گیا ہوتا۔

دُنیا کے ہر عُہدہ دار کا عہدہ مرنے کے ساتھ ہی ختم ہو جاتا ہے۔ کوئی وزیر' کوئی ڈپٹی کمشنر' کوئی جج' کوئی وکیل' کوئی مسجد کا امام و خطیب' موت کے بعد اپنے ان عُہدوں پر قائم نہیں رہتا اور ان کے متعلق کہا بھی یہی جاتا ہے کہ فلاں وزیر تھا، جج تھا نہ کہ اب ہے۔ بر خلاف اس کے جب رسولِ پاک علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کا وصال شریف ہوا تو آپ کا عہدہ رسالت ختم نہیں ہوا بلکہ آپ اب بھی اسی طرح مَنصبِ رسالت پر فائز ہیں اور اللہ کے رسول و خاتم النّبیین (زندہ) ہیں

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم)

اسی لئے آج بھی جب کلمہ طیبہ کا ترجمہ کیا جائے گا تو یہی کیا جائے گا کہ:

محمد اللہ کے رسول ہیں

وُہ جو نہ تھے تو کُچھ نہ تھا' وُہ جو نہ ہوں تو کُچھ نہ ہو

جان ہیں وہ جہان کی' جان ہے تو جہان ہے

==========

خطاب دوم

”حیاتُ النّبی“ (ﷺ)

خُطبۂ جُمعہ بمقام سُنّی رضوی جامع مسجد فیصل آباد

حمد وثناء کے بعد آیت کریمہ وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا۔

(پارہ ۵، سورہ النساء، آیت ۶۴)

ترجمہ: ”اور اگر جب وہ اپنی جانوں پر ظلم کریں تو اے محبوب تمہارے حضور حاضر ہوں اور پھر اللہ سے معافی چاہیں اور رسول ان کی شفاعت فرمائے تو ضرور اللہ کو بہت توبہ قبول کرنے والا مہربان پائیں۔“

تلاوت فرمائی اور فرمایا: گذشتہ جمعہ طالِب ومَطلُوب دانائے غُیُوب صلی اللہ علیہ وسلم کے دُنیا سے پردہ فرمانے کے بعد اپنی قبرِ اقدس میں باحیات ہونے کے موضوع پر بیان کر چکا ہوں اس جُمعہ میں سرورِ کائنات ﷺ کے بَعدازوصال زندگی پر روشنی ڈالوں گا۔

حدیث میں ہے: مَنْ زَارَ قَبْرِیْ وَجَبَتْ لَهٗ شَفَاعَتِیْ

(سنن دار قطنی جلد ۲، ص ۲۷۸، السنن الکبریٰ للبیہقی جلد ۵، ص ۲۴۵)

جس نے میری قبر کی زیارت کی اس پر میری شفاعت لازم ہوگئی

دوسری جگہ مروی ہے اس پر میری شفاعت ثابت ہوگئی۔

تیسری حدیث: من جاء نی زائرًا الا یعمله حاجة الا زیارتی کان حقاً عَلیَّ اَنْ اکون له شَفِیْعًا یَوْمَ الْقِیٰمَةِ۔ (معجم الکبیر للطبرانی ۱۲،)

جو شخص دُنیا کے کسی حصّے سے صرف میری زیارت کی غرض سے آیا مُجھ پر حَق ہو گیا کہ قیامت کے دن اُس کی شفاعت کروں۔

معلوم ہوا کہ آقا و مولیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبرِ انور کی زیارت کی غرض سے جانا باعثِ ثواب و شفاعت ہے۔ ان احادیث کی روشنی میں دُشمنانِ رسول کے اَقوال کو دیکھئے جو یہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر کی زیارت کی غرض سے جانا شرک ہے۔ حضور شافع روزِ جزا تو یہ فرماتے ہیں کہ میری قبر کی زیارت باعثِ شفاعت ہے۔ یہ ارشاداتِ نبویّہ کی مخالفت کرتے ہوئے روضۂ اَنور کی زیارت کی غرض سے جانے والوں کو مُشرک بنا رہے ہیں۔ دعویٰ تو اہلسنّت ہونے کا کرتے ہیں مگر ان کا سُنّتِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے دُور کا بھی واسطہ نہیں، قول کچھ ہے اور فعل کچھ...... آقا و مولیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

صَلُّوْا عَلَیَّ وَسَلِّمُوْا فَاِنَّ صَلَاتَکُمْ وَسَلَامَکُمْ یَبْلُغُنِیْ اَیْنَمَا کُنْتُمْ

لوگو مجھ پر درود و سلام پڑھو اس لئے کہ تمہارا درود و سلام مجھ پر پہنچتا ہے جہاں کہیں سے بھی تُم پڑھو۔

دوسری حدیث: حَیْثُمَا کُنْتُمْ فَصَلُّوْا عَلَیَّ فَاِنَّ صَلَاتَکُمْ تَبْلُغُنِیْ۔

جس جگہ بھی تُم ہو مُجھ پر درود پڑھو کیونکہ تمہارا درود مُجھ پر پہنچتا ہے۔

تیسری حدیث: فَصَلُّوْا عَلَیَّ فَاِنَّ صَلَاتَکُمْ تَبْلُغُنِیْ مَا کُنْتُمْ۔

مجھ پر درود پڑھو کیونکہ تمہارا درود مجھ پر پہنچتا ہے (جہاں سے بھی تم پڑھو)

یہ تینوں حدیثیں حضرت مولیٰ علی شیرِ خدا رضی اللہ عنہ سے مَروی ہیں......

معلوم ہُوا کہ خُدا کے حبیب اپنے روضہ انور میں باحیات ہیں اور اپنے اُوپر درود و سلام بھیجنے والوں کو سُنتے بھی ہیں۔ تمام لوگ جانتے ہیں کہ انسانوں میں بولنا اور سُننا اسی وقت پایا جائے گا جبکہ دونوں زندہ ہوں یعنی کلام کرنے اور سُننے والے کیلئے زندگی شرط ہے۔ معلوم ہوا کہ افضل البشر علیہ الصّلوٰۃ والسّلام اپنے روضہ انور میں باحیات ہیں جبھی تو اپنے غلاموں کی آوازوں کو سُنتے ہیں اور اُن کے سلاموں کا جواب دیتے ہیں اِن دلائل کو سامنے رکھتے ہوئے اگر یہ کوئی کہے کہ حضور تو مر کر مٹّی میں مِل گئے یا بعد وفات آنحضرت کی حالت عام مرنے والوں سے مُختلف نہیں اور اِن حدیثوں پر بھی ایمان رکھتا ہے کہ اگر کوئی مومن مجھ پر درود بھیجتا ہے تو اُس کی آواز میں سُن لیتا ہوں تو اس جہالت کا کیا علاج۔ صاحبِ فہم و ادراک پر مخفی نہیں کہ دِیدہ دانستہ دو متضاد چیزوں کو اکٹھا کیا جا رہا ہے۔ ہر شخص جانتا ہے کہ جب رات ہوگی دِن نہیں ہوگا اور جب دِن ہوگا رات نہیں ہوگی۔ ایسا نہیں ہوسکتا کہ بیک وقت دِن اور رات دونوں ہوں۔ معلوم ہوا کہ اجتماع ضدین محال ہے اب اگر کوئی شخص اس قاعدہ کلیہ سے انحراف کرتے ہوئے دو متضاد چیزوں کو اکٹھا کر دے مثلاً حضور مر کر مٹّی میں مِل چکے ہیں یا اُن کی حالت عام

مرنے والوں سے مختلف نہیں ...... اور درود پڑھنے والوں کی آوازوں کو سُنتے بھی ہیں۔ تو ایسا شخص یا تو پاگل ہے، یا علم سے قطعی بے بہرہ۔ دونوں ہی صُورتوں میں اُس کا قول وفعل قابلِ عمل نہیں مگر کیا کہا جائے اِن سادہ لوح مُسلمانوں کو جو اِن کے دامِ فریب میں آ ہی جاتے ہیں۔ ایک شخص ریگستان میں پھیلے ہوئے ریگزاروں کی چمک دمک کو سُورج کی روشنی میں دیکھتا بھی ہے اور یہ بھی کہتا ہے کہ سُورج رُوشن نہیں بلکہ یہ ذرّات روشن ہیں شاید بے عقل کو خبر نہیں کہ سُورج کے غروب ہوتے ہی رات کی سیاہی اِن ذرّات کی چمک پر غالب آجائیگی اور سورج کی موجودگی میں اِن چمکتے ہوئے ریگزاروں کی چمک دمک کو بعد غروب یکسر ختم کر دے گی۔ مسلمانو! محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حیات مَابعد الوصال کا مُنکر ایسا ہی بے وقوف ہے جیسا سُورج کی روشنِی کا...... ہوشیار رہو اور اپنی آنکھیں کُھلی رکھو، رَہبر و رَہزن میں امتیاز کرو، اِن رَہزنوں کو دینِ مُصطفوی سے کوئی واسطہ نہیں، یہ خُدا کے مقدّس رسول علیہ التحیۃ والثناء کے دُشمن ہیں، یہ اُس کی شان گھٹانا چاہتے ہیں، جس کی شانِ اَقدس اور عالی مرتبہ کا خُدا نگہبان ہے۔

حضرت حارثہ بن سراقہ رضی اللہ عنہ میدانِ بدر میں اپنے خیمے کے سامنے کھڑے ہیں کہ اچانک کسی جانب سے ایک تیر آلگا اور اُسی تیر کے صدمے سے آپ جاں بحق ہو گئے۔ ان کی والدہ اُمّ حارثہ نے اُن کو بڑے لاڈ پیار سے پالا تھا، یہ اپنی والدہ کے اکلوتے بیٹے تھے، جب آپ کی شہادت کی اطلاع ملی تو اُمّ حارثہ

رضی اللہ عنہا کو بیٹے کی جواں سال موت پر صدمہ تو بہت ہوا مگر بیٹے کی قابلِ رشک موت نے اس صدمہ جانکاہ کو کسی حد تک ہلکا ضرور کر دیا۔ آپ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوتی ہیں اور عرض کرتی ہیں: حضور! آپ یہ بتائیں کہ شہادت کے بعد میرا بیٹا کہاں پہنچا۔ مسلمانو! بتاؤ یہ غیب کی خبر دریافت کی ہے یا نہیں۔ اگر ہم سے یا آپ سے کوئی پوچھے کہ فلاں شخص مرنے کے بعد کہاں پہنچا تو لامحالا ہم یہی جواب دیں گے کہ یہ غیب ہے اور ہم کو غیب کا علم نہیں' مگر قربان جایئے اس شانِ نبوّت پر کہ آپ نے یہ نہیں فرمایا کہ ہمیں غیب کا علم نہیں یا مجھ کو کیا پتہ' بلکہ ارشاد فرمایا' اُمِ حارثہ تیرا بیٹا تو جنّت الفردوس میں پہنچ گیا ہے۔

(بخاری شریف کتاب المغازی باب فضل من شہد بدرا)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ماموں حضرت سعد رضی اللہ عنہ بڑے زور آور وجیہہ اور باوقار تھے۔ شجاعت میں اپنی مثال نہ رکھتے تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بڑے فخر سے فرمایا کرتے تھے کیا میرے ماموں جیسا شجاع اور جنگ آزما ماموں بھی کسی کا ہے۔ اتفاقاً آپ مکّہ معظمہ میں بیمار پڑ گئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم آپ کی عیادت کیلئے تشریف لائے۔ چونکہ وہ اپنی زندگی سے نااُمید ہو چکے تھے اس لئے بڑے یاس کے عالم میں عرض کیا: یا رسول اللہ! کیا میں مکّہ ہی میں وفات پا جاؤں گا اور ہجرت کے ثواب سے محروم رہ جاؤں گا؟ دانائے غیوب صلی اللہ علیہ وسلم نے سُنا اور فرمایا: لَعَلَّكَ ﷺ تُخَلَّفُ حَتّٰی يَنْتَفِعَ بِكَ اَقْوَامٌ وَ يُضَرُّ بِكَ اٰخَرُوْنَ ۔(بخاری کتاب المناقب' بخاری شریف کتاب المغازی)

(حضرت) سعد تمہاری تو بڑی لمبی عُمر ہے تمہارے وجود سے مُسلمانوں کو نفع پہنچے گا اور دُوسری قوموں کو نقصان پہنچے گا۔ چنانچہ تاریخ شاہد ہے کہ قیصر و کسریٰ کے تخت و تاج رَوندنے والے آپ ہی کی قیادت میں سَر بکف ہوکر نکلے اور مُلکِ شام وغیرہ فتح کرتے ہوئے ایران کے دروازے پر دستک دی۔ ایران کا نامور سپہ سالار رُستم بے شمار افواج لے کر آپ کے مقابلہ کیلئے آیا اور میدانِ جنگ میں مارا گیا۔ عُمر کے آخری حصّے تک آپ کی تلوار اعلائے کلمۃ الحق کیلئے بے نیام رہی اور آپ کا وصال مُلکِ شام مکمل اور ایران کے کچھ حصّہ کی تسخیر کے بعد ہوا۔ معلوم ہُوا کہ دانائے غُیُوب صلی اللہ علیہ وسلم کی نظروں سے یہ چیزیں پوشیدہ نہیں تھیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو علم تھا کہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے وجود سے اشاعتِ اسلام ہوگی۔ یہ مُسلمانوں کو نفع پہنچائیں گے اور کافروں کا زور توڑیں گے۔ کہاں ہیں مُنکرینِ علمِ غَیب دیکھیں! خُدا کا مقدّس رسول غَیب کی خبر دے رہا ہے حَتّٰی یَنْتَفِعَ بِکَ اَقْوَامٌ وَّ یُضَرُّبِکَ آخَرُوْنَ۔ (بخاری شریف کتاب المناقب) اِس ارشادِ نبوی کو تاریخ کی رُوشنی میں دیکھو، اگر آنکھوں پر غفلت کا پَردہ نہ پڑا ہوگا تو یقیناً ہدایت پاؤ گے

فتوح الشّام میں ہے کہ ایک مرتبہ کافروں نے بڑی زبردست یورش کی اور میدانِ یَرموک میں دس لاکھ آہن پوش افواج کو مُسلمانوں کے خلاف استعمال کیلئے جمع کیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے چند ہزار مجاہدوں کو مقابلہ کیلئے بھیجا مگر جب کُفّار کے لشکرِ جرّار کے اکٹھا ہونے کی خبر ملی تو کافی پریشان ہوئے اور طبیعت میں تشویش پیدا ہوئی کہ دس لاکھ کے مقابلہ میں چند ہزار مجاہدین کیا کرسکتے ہیں۔

اُنہی شمعِ اسلام کے پروانوں کے بارے میں سوچتے ہوئے حیران و پریشان مسجدِ نبوی میں تشریف لائے اور روضۂ اطہر کے قریب محوِ خواب ہوگئے۔ اُدھر یرموک کے میدان میں زبردست جنگ ہوئی آخر کافروں کو میدانِ جنگ میں شکست ہوئی۔ مجاہدین نے شُہدا کو اکٹھا کر کے دفن کر دیا پھر دُشمنوں کی لاشوں کی طرف متوجّہ ہوئے۔ گِننے پر معلوم ہوا کہ ایک لاکھ چالیس ہزار کُفّار میدانِ جنگ میں مارے گئے تھے۔ تقریباً بیس ہزار لشکرِ کُفّار کو مسلمانوں نے جنگلوں میں گھیر کر مار ڈالا اور بے شمار افراد نے دریا میں چھلانگیں لگا کر خودکشی کر لی۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ خواب میں دیکھتے ہیں کہ حضور اقدس ﷺ اپنی قبر اقدس میں حیات ہیں اور دربار لگا ہوا ہے اچانک حضور آپ کی طرف متوجّہ ہوتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ عمر کیا بات ہے' آج مغموم و پریشان نظر آ رہے ہو۔ حضرت عمر فرماتے ہیں میں نے عرض کیا یارسول اللہ! میں جنگِ یرموک میں جانے والے مجاہدین کیلئے پریشان ہوں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: عمر خوشخبری ہو کہ مُسلمانوں کو جنگ مبارکہ میں فتح حاصل ہوئی' مجاہدین نے ایک لاکھ ساٹھ ہزار کافروں کو ہلاک کیا ہے اور بے شمار اشخاص نے مجاہدین کے خَوف سے دَریا میں کُود کر خودکشی کر لی ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میری نیند کُھل گئی' نمازِ فجر کے بعد میں نے لوگوں کو رُوک کر اپنا خواب بیان کیا تو لوگوں میں خُوشی کی لہر دَوڑ گئی کہ یہ خواب ہرگز غلط نہیں ہو سکتا' یقیناً یہ خواب سچّا ہے۔ کچھ عرصہ بعد میدانِ

یرموک سے جنگ کی تفصیل معلوم ہوئی تو بعینہٖ وہی تعداد مقتولین کی تھی جو داتائے غیوب صلی اللہ علیہ وسلم نے بتائی تھی۔

معلوم ہُوا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا بھی یہی عقیدہ تھا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قبرِ انور میں حیات ہیں اور تمام مَاکَانَ وَمَایَکُون کے احوال سے واقف بھی ہیں۔ اس لئے زندگی میں بھی غیب کی خبریں پوچھتے رہے اور شافی جواب پاتے رہے اور دُنیا سے پَردہ فرمانے کے بعد بھی ان حقائق کو دیکھتے ہوئے کہنا پڑتا ہے کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم کا یہی عقیدہ تھا کہ آقا و مولیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی باریک بین نظروں سے کائنات کی کوئی شے ڈھکی چھپی نہیں۔ علمائے اہلِ اسلام کا اس بات پر اتفاق ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا دُنیا سے پَردہ فرمانا فقط ایک آن کیلئے تھا ورنہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم آج بھی اپنے روضۂ انور میں بَاحیات جسمانی جَلوہ اَفروز ہیں اور تا قیامت رہیں گے۔ مولیٰ تبارک وتعالیٰ مُسلمانوں کو صحابہ کرام عُلمائے اہلِ اسلام کے عقیدہ پر قائم و دائم رکھے اور اسی پر خاتمہ فرمائے۔ (آمین) (وما علینا الا البلاغ المبین)

تُو زِندہ ہے وَاللہ تُو زِندہ ہے وَاللہ

میرے چَشمِ عَالم سے چُھپ جانے والے

نوٹ: یہ خطبۂ جمعہ سُنّی رَضوی جامع مسجد فیصل آباد میں مدیر ''رضائے مصطفےٰ'' محمد حفیظ نیازی نے خود قلمبند کیا۔

"شانِ اصحابِ حضور" (صلی اللہ علیہ وسلم)

خطبۂ جمعہ بمقام مُسنّی رضوی جامع مسجد فیصل آباد

مرسلہ مرتبہ: مولانا ظہیر الحسن (کراچی)

حمد و ثناء اور صلوٰۃ وسلام کے بعد یہ آیۂ کریمہ تلاوت فرمائی:

مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ وَالَّذِیْنَ مَعَہٗۤ اَشِدَّآءُ عَلَی الْکُفَّارِ رُحَمَآءُ بَیْنَھُمْ تَرٰھُمْ رُکَّعًا سُجَّدًا یَّبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰہِ وَرِضْوَانًا.

(پارہ ۲۶، سورہ الفتح، آیت ۲۹)

"محمد صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم اللہ کے رسول ہیں اور اُن کے ساتھ والے کافروں پر نہایت سخت ہیں اور آپس میں نرم دِل، تُم انہیں دیکھو گے رکوع وسجود کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ سے اس کا فضل اور رضا چاہتے ہوئے"۔

فرمایا: اللہ ربّ العزّت اِس آیۂ مقدسہ میں اپنے پیارے حبیب علیہ التحیۃ والثناء کا ذِکرِ خیر فرماتا ہے اور ساتھ ہی اپنے حبیب کے پروانوں کا بھی ذِکر فرماتا ہے کہ اے دیکھنے والے جب تُو صحابہ کرام کو دیکھے گا تو رکوع اور سجدہ کرتے ہوئے پائے گا۔ کیوں؟ تا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کا فضل حاصل ہو اور اُن کا ربّ اُن سے راضی ہو جائے۔ کسی نمازی کو دیکھ کر یقینی طور پر نہیں کہا جا سکتا کہ اس نے خلوص اور دلجمعی کے ساتھ نماز ادا کی ہے۔ حالانکہ اُس نے وضو بھی کیا ہے، تکبیر بھی کہی ہے، آیہ کریمہ

کی تلاوت بھی کی ہے۔ اِس لئے کہ ظاہر میں تو اُس نے اگرچہ اپنی نماز مکمل کر لی مگر بے خبر کہ اس کی نماز بارگاہِ خداوندی میں قبولیت کے شرف سے مشرف بھی ہوئی یا نہیں۔ مگر آیئے شمعِ رسالت کے پروانوں کی شانِ عالی کو دیکھئے جن کے بارے میں خود پروردگارِ عالم اِرشاد فرماتا ہے کہ اگر نماز بھی پڑھتے ہیں تو میری رضامندی کیلئے۔ حج، روزہ، زکوٰۃ اور دیگر فرائض شرعیہ بجا لاتے ہیں تو میرے فضلِ عظیم کی طلب کیلئے' ان کی عبادتیں دکھاوا نہیں بلکہ خالصاً لوجہ اللہ ہوتی ہیں۔ آیہ کریمہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم کی عبادتیں اور ریاضتیں رضائے الٰہی کے سوا کسی اور غرض کیلئے نہیں ہُوا کرتی تھیں۔ جو ہستیاں کمال کی اِس اِنتہائی منزل پر پہنچ چکی ہوں جن کے بارے میں خود پروردگارِ عالم فرمادے۔

تَرٰىهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَّبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا

(پارہ ۲۶، سورہ الفتح، آیت ۲۹)

اُن کی شان میں گستاخیاں' بے اَدبیاں کرنے والے کبھی اللہ کے دوست اور فضل و رضا کے مستحق نہیں ہو سکتے۔

فرمایا: آج کل گمراہ لوگوں کی طرف سے عقائدِ مومنین پر ڈاکہ زنی کی جا رہی ہے اس گروہِ گمراہاں کا مقصد اپنے شیطانی خیالات کو کئی رنگ میں پیش کر کے گمراہی پھیلاتا ہے۔ تھوڑا ہی عرصہ گزرا' لاکھو رمیں ایک شخص خالد محمود نے کھلے لفظوں میں علمِ غیب، رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی نورانیت کا انکار کر کے وَمَا

هُوَ عَلَى الْغَيْبِ بِضَنِيْنٍ (پارہ ۳۰، سورہ التکویر، آیت ۲۴)

وَكَذٰلِكَ نُرِيْ اِبْرَاهِيْمَ مَلَكُوْتَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ

(پارہ ۷، سورہ الانعام، آیت ۷۵)

وَعَلَّمَكَ مَالَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ. (پارہ ۵، سورہ النساء، آیت ۱۱۳)

اِنَّ اللّٰهَ قَدْ رَفَعَ لِيَ الدُّنْيَا فَاَنَا اَنْظُرُ اِلَيْهَا وَاِلٰى مَا هُوَ كَائِنٌ فِيْهَا اِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ كَاَنَّمَا اَنْظُرُ اِلٰى كَفِّيْ هٰذِهٖ جِلْيَانًا (طبرانی، الخصائص الکبریٰ)

قَدْ جَاءَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ وَّ كِتَابٌ مُّبِيْنٌ.

(پارہ ۶، سورہ المائدہ، آیت ۱۵)

اَوَّلُ مَا خَلَقَ اللّٰهُ نُوْرِيْ. (مدارج النبوت جلد۲)

ودیگر آیاتِ قرآنیہ اور احادیثِ مبارکہ کا مذاق اڑایا ہے اور کلامِ الٰہی اور احادیثِ نبویہ کے ساتھ استہزا کیا ہے۔

اس معبودِ حقیقی کا ہم پر احسان ہے جس نے اپنے محبوب کو ہماری ہدایت کیلئے جامۂ بشریت میں بھیجا ورنہ وہ محبوب اس وقت بھی تھے جبکہ تمام کائنات نیستی و عدم کے پردے میں تھی، وہ اس وقت بھی موجود تھے جبکہ اجزائے بشریت کا کوئی وجود ہی نہیں تھا۔ خالد نے یہ کہا کہ حضور آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سامنے فرشتوں کو جھکانے سے پروردگارِ عالم کو یہ بتانا مقصود تھا کہ بشریت نورانیت سے افضلیت کا درجہ رکھتی ہے۔

اس نے تو بزعم خویش شاید اپنی عقلمندی کا ثبوت دیا ہو مگر بے خبر کو یہ خبر نہیں کہ پیشانیٔ آدم میں بھی نُورِ محمدی جلوہ فگن تھا اور نُور کو نُور کے سامنے جھکایا گیا ہے' نُور نُور کے سامنے جھک گیا۔ نار کو غلط فہمی ہوئی' اُس نے دھوکا کھایا۔

وَكَانَ مِنَ الْكَافِرِيْنَ ۔ (پارہ ۱، سورہ البقرہ، آیت ۳۴) فرمایا: حضور تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم' صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم کی شانِ اقدس سے جلنا اور اُن سے بُغض وحسد رکھنا اللہ تبارک وتعالیٰ سے دُشمنی کے مترادف ہے۔

صحابہ کرام میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ وہ پہلے بزرگ ہیں جنہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوّت کی تصدیق کی اور خُدا کی وحدانیت کا اقرار کیا اور اسلام کی صداقت کو تسلیم کیا۔ قبولِ اسلام کے بعد آپ نے اپنے تمام وسائل اشاعتِ اسلام کیلئے وقف کر دیئے اور شمعِ نبوّت پر ایسے فدا ہو گئے کہ تن مَن دھن گھر بار' اہل وعیال کسی کی بھی پَرواہ نہ رہی۔ اِنہی ایثار اور قُربانیوں نے اُن کو عروج کے اُس بلند مرتبہ پر پہنچایا جہاں حضرت آدم علیہ السّلام سے لیکر حضرت عیسیٰ علیہ السّلام تک کسی نبی کی اُمّت کی رسائی نہ ہوئی۔ سیّدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بارگاہِ الٰہی میں محبُوبیّت کا اندازہ اس واقعہ سے لگائیں کہ سرکارِ دو عالم ﷺ فرماتے ہیں۔

رَأَيْتُ لَيْلَةَ الْأَسْرٰى فِيْ كُلِّ سَمَآءٍ مَلَكًا عَلٰى صُوْرَةِ أَبِيْ بَكْرٍ فَقُلْتُ يَا رَبِّ أَعْرَجَ بِأَبِيْ بَكْرٍ قَبْلِيْ قَالَ لَا وَلٰكِنْ مِنْ مَحَبَّتِيْ فِيْهِ

خَلَقْتَ فِيْ كُلِّ سَمَآءٍ مَلَكًا عَلٰی صُوْرَتِہٖ۔۔

میں نے معراج کی رات آسمان پر ابوبکر کی شکل میں ایک فرشتہ دیکھا' میں نے عرض کیا پروردگار! کیا ابوبکر کو مجھ سے پہلے معراج ہوئی ہے؟ جواب دیا گیا: یہ بات نہیں مگر چونکہ میں اُن سے محبت کرتا ہوں اِس لئے میں نے ہر آسمان پر اُن کی شکل کا ایک فرشتہ پیدا کیا ہے۔ معلوم ہوا کہ حبیبِ خُدا صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ وفاداری اور جاں نثاری' محبوبیت ورضائے الٰہی کا مُوجب ہے۔ غارِ ثور کے قیام کے دَوران میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا۔ قَدْ عَرَفْتُ مَنْزِلَتَکَ مِنَ اللّٰہِ تَعَالٰی بِالنُّبُوَّۃِ وَالرِّسَالَۃِ فَاَنَا بِاَیِّ شَیْءٍ فَقَالَ اَنَا رَسُوْلُ اللّٰہِ وَاَنْتَ صِدِّیْقِیْ وَجَنَاحِیْ وَمُوْنِسِیْ وَاَنِیْسِیْ وَاَنْتَ خَلِیْفَتِیْ مِنْ بَعْدِیْ تَقُوْمُ فِی النَّاسِ وَاَنْتَ ضَجِیْعِیْ وَاَنَّ اللّٰہَ قَدْ غَفَرَلَکَ وَلِمُحِبِّیْکَ اِلٰی یَوْمِ الْقِیٰمَۃِ۔

تحقیق میں نے آپ کی نبوّت ورسالت کے بلند مرتبے کو پہچان لیا مگر اے اللہ کے رسول میں کس مرتبہ پر ہوں؟ نبی کریم علیہ الصّلوٰۃ والسّلام نے فرمایا: ابوبکر میں اللہ کا رسول ہوں اور تُو میرا دوست اور دست وبازو ہے' مُونس وغمخوار ہے' میرے بعد میرا خلیفہ ہے۔ لوگوں کے درمیان تُو میرے مقام پر کھڑا ہوگا اور بعد وفات تُو میرے پہلو میں لیٹے گا۔ بے شک اللہ نے تیری مغفرت فرمادی اور اُن لوگوں کی بھی جو قیامت تک تجھ سے محبت کریں گے......

اس حدیثِ پاک سے شانِ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ظہور کے علاوہ مسئلہ علمِ غیبِ رسول اور خلافتِ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے بَرحق ہونے کا ثبوت بھی ملتا ہے فالحمدللہ۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سفرِ معراج میں جب مقامِ سِدرہ سے آگے بڑھے تو کسی ندا دینے والے نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے لہجہ میں آواز دی قِفْ فَاِنَّ رَبَّکَ یُصَلِّیْ۔ محبوب ذرا ٹھہر جایئے'۔ آپ کا ربّ صلوٰۃ بھیج رہا ہے۔ (صلوٰۃ کی نسبت اگر خُدا کی طرف ہو تو رحمت بھیجنے کا معنی ہوتا ہے)

نبی کریم نے عرض کیا۔ اے اللہ! ابوبکر کی آواز یہاں کیسے؟ ارشادِ باری ہُوا محبوب وہ تیرے تنہائی کے ساتھی ہیں لہٰذا اِس تنہائی کے عالم میں بھی ابوبکر جیسی آواز تیرے دل کو قرار دینے کیلئے ہے۔

قبولِ اسلام کے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنے مکان کے سامنے مسجد بنوائی' جب آپ نماز کیلئے کھڑے ہوتے اور تلاوت شروع کرتے تو آپ پر وجدانی کیفیّت طاری ہو جاتی ہے' آنکھوں سے آنسوؤں کی لڑیاں بہہ کر چہرۂ انور پر پھیل جاتیں اور آپ کے خضوع وخشوع کا عالم دیکھ کر کفّار کے بچّے بُوڑھے جوان عورت مرد سب اکٹھے ہو جاتے اور بُہت متاثر ہوتے۔ کُفّارِ مکّہ نے یہ حال دیکھا تو اُن کو خدشہ پیدا ہوا کہ اس کا اثر کہیں ہمارے اہل پر نہ پڑ جائے لہٰذا انہوں نے علی الاعلان نماز پڑھنے سے روکنا شروع کیا اور آزار پہنچانے کے دَرپے

ہو گئے۔ لوگ بارگاہِ نبوت میں حاضر ہو کر ہجرت کی اجازت لیتے' کسی کو حبشہ جانے کی اجازت مل جاتی' کسی کو مدینہ منورہ کی طرف روانہ کر دیا جاتا' مگر جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کفارِ مکہ کی ایذا رسانیوں کے باعث بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوئے اور ہجرت کی اجازت چاہی تو حکم ہوا پیارے ابوبکر ابھی ٹھہر جاؤ اور وقت کا انتظار کرو تمہاری ہجرت ہمارے ہی ساتھ ہوگی۔ یہ سُن کر آپ عرض گزار ہوئے یارسول اللہ! کیا آپ کو ہجرت کی اجازت مِل جائیگی؟ فرمایا: ابوبکر عنقریب میرا ربّ مجھے اجازت مرحمت فرمائے گا...... تھوڑا ہی عرصہ گزرا تھا کہ بارگاہِ خداوندی سے ہجرت کا حکم آ گیا تو فخرِ موجودات ﷺ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے گھر پہنچے اور فرمایا: ابوبکر اپنے عزیزوں کو علیحدہ کر دو' پھر آپ نے حکمِ ہجرت سے آگاہ فرمایا' یہ سُن کر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ فرطِ مسرّت سے اُچھل پڑے اور عرض گزار ہوئے یارسول اللہ! اسی دن کے واسطے چھ مہینے سے دو اُونٹنیاں پال رہا ہوں' حکمِ ہجرت کا انتظار تھا۔ حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کو اس موقع پر ایک عجیب سبق دیا۔ فرمایا: ابوبکر تمہاری اُونٹنی پر میں اُس وقت تک سواری نہ کروں گا جب تک تم اس کی قیمت نہ لے لو۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ رو پڑے اور عرض گزار ہوئے حضور! میرے اور میرے مال کے مالک آپ ہی ہیں۔ (...... آج کل اگر کوئی ایسا کہہ دے تو شرک کا فتویٰ لگ جاتا ہے)

اِس میں حکمت یہ تھی کہ مانگتے نہ پھرو میں حج کرنا چاہتا ہوں مگر زادِ راہ نہیں ہجرت کرنا چاہتا ہوں مگر سفر خرچ نہیں اگر تمہارے پاس کچھ ہے تو جو چاہو کرو اور اگر نہیں ہے تو مانگ کر میری سُنّت کی خلاف ورزی نہ کرو۔ دیکھو ابوبکر کا مال حقیقتاً میرا ہی مال ہے مگر پھر بھی قیمت دے کر اونٹنی کی سواری قبول کر رہا ہوں۔

مکّہ سے روانہ ہو کر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے غارِ ثور میں قیام فرمایا، تفصیل تو آپ نے بارہا سُنی ہوگی، ہمیں دیکھنا یہ ہے کہ قیامِ غارِ ثور میں حکمت کیا تھی۔ وہابیہ کا کہنا ہے کہ دشمنوں کے خوف سے غار میں پناہ لی تھی اور ڈر کر چھپ گئے تھے (معاذ اللہ)۔ آپ کے پیارے خادم حضرت بلال رضی اللہ عنہ (جن کا وجود کفارِ مکہ کیلئے ظلم وستم کا تختۂ مشق بنا ہوا تھا) تو مشرکین کی جاں سوز جفا کاریوں سے کبھی ہراساں نہ ہوئے اور ایسے ایسے مظالم کو خندہ پیشانی سے برداشت کیا جن کو سُن کر آج انسانیت کانپ اُٹھتی ہے تو بھلا وہ ذاتِ پاک جس نے صبر وتحمل اور ضبط وحلم کا ایسا بے مثال سبق دیا کہ جس پر حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے عمل کر کے کائنات کو محوِ حیرت کیا، وہ کفار اور مشرکین کے خوف سے بھاگ جائے، یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ حیرت کا مقام ہے کہ یہ گروہ اتنی بیباکی سے شانِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم میں دریدہ دہنی کرنے کے باوجود سُنّتِ نبوی کا متبع، بانیٔ اسلام کا پیرو اور دینِ اسلام کا جاں نثار بنا پھرتا ہے۔ اگر ڈرنا ہی تھا تو اعلانِ نبوت کے کیا معنی۔ دشمنوں کے نرغہ میں جا کر تبلیغ کا کیا مطلب ہے؟

سُنو! خُداوندِ قدُّوس اپنے محبوب کو غارِ ثَور میں رُوک کر یہ بتانا چاہتا تھا کہ میں اپنے محبوب کی حفاظت اس طرح بھی کر سکتا ہوں۔ جب کافر غار کے دہانے پر پہنچے تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ عرض گزار ہوئے: حضور! کافر بالکل ہمارے قریب پہنچ گئے ہیں۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰہَ مَعَنَا ۔ (پارہ ۱۰، سورہ التوبہ، آیت ۴۵) ابوبکر تم فکر نہ کرو اللہ ہمارے ساتھ ہے۔ چنانچہ خُداوندِ کریم اپنی قُدرتِ جلیلہ سے غار کے دہانے پر مکڑی سے جالا بُنواتا ہے پھر کبوتری انڈے دے جاتی ہے اور گروہِ مُشرکین یہ دیکھ کر کہ اگر کوئی اندر گیا ہوتا تو یہ جالا اور انڈے سلامت نہ رہتے' ناکام و نامراد واپس ہو جاتا ہے۔ قیامِ غارِ ثور کے دَوران حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے جواں سال بیٹے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کُفّارِ مکّہ کے احوال وکوائف سے برابر آگاہ فرماتے رہے اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے خادم اپنی بکریوں کو لیکر اسی اطراف میں پہنچ جایا کرتے اور شام کے وقت خُوردونُوش کیلئے اِنہی بکریوں کا دُودھ لاتے' حتیٰ کہ ایک وقت ایسا بھی آیا کہ حضور مدینہ منورّہ پہنچ گئے۔ مدینہ والوں نے انتہائی مُسرّت میں جلوس نکالے اور خُوب خُوشیاں منائیں۔ حقیقت یہ ہے کہ ہجرت کے زمانے میں خدمت کا سہرا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور ان کے غُلاموں کے سر ہے۔ آپ قبولِ اسلام سے لے کر ساری زندگی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خادم رہے۔ جنگِ بدر، غزوہ اُحد، غزوہ تبوک، صُلح نامہ حدیبیہ غرضیکہ آپ اُن تمام جنگوں

میں شریک رہے جو خُدا کی وحدانیت اور اسلام کی سربلندیوں کیلئے لڑی گئیں۔

اُمّ المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بلاناغہ صبح وشام ہمارے گھر تشریف لاتے رہے۔ بتایئے وہ گھر والا کیسا خوش قسمت ہے جس کے گھر میں مالکِ کونین صلی اللہ علیہ وسلم رونق افروز ہوتے ہوں اور اُس کی خُوش قسمتی کا کیا ٹھکانہ ہے جس کے ہاں حبیبِ خُدا صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری ہوئی ہو۔ اللہ تبارک وتعالیٰ مُسلمانوں کی حفاظت فرمائے اور گستاخانِ رسالت و دُشمنانِ صحابہ کے مکروفریب سے محفوظ رکھے۔ آمین۔

(وما علینا الا البلاغ المبین)

اہلسنّت کا ہے بیڑا پار اصحاب حضور
نجم ہیں اور ناؤ ہے عترت رسولُ اللہ کی

(صلی اللہ علیہ وسلم)

خطبہ چہارم

"شانِ غوثِ اعظم"

خطبۂ جمعہ بمقام سُنّی رضوی جامع مسجد فیصل آباد

مُرَتّبہ: محمد حفیظ نیازی

حمد وثناء صلوٰۃ وسلام تعوذ وتسمیہ کے بعد آیہ کریمہ۔

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَیَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ۔ (پارہ ۳، سورہ آل عمران، آیت ۳۱)

ترجمہ: "اے محبوب تم فرمادو کہ لوگو اگر تم اللہ کو دوست رکھتے ہو تو میرے فرمانبردار ہو جاؤ، اللہ تمہیں دوست رکھے گا اور تمہارے گناہ بخش دے گا اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے"۔ تلاوت فرما کر فرمایا: پیارے محبوب آپ اپنی زبان مبارک سے فرما دیں کہ اے انسانوں اور جنّوں اور اے مشرق ومغرب، شمال وجنوب میں بسنے والو اگر تم اللہ کی رضا مندی اور اس کی خوشنودی کے خواہاں ہو تو آؤ میری پیروی کرو، میری ہی اتباع میں حقیقتاً خوشنودیٔ خداوندی کا راز مضمر ہے۔ میری صحیح اطاعت و اتباع کا انعام ہے یُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَیَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ۔ رحیم وکریم مولیٰ تمہیں ذنوب ومعصیّت سے پاک کر کے اپنے دوستوں کے زمرہ میں شامل فرمالے گا...... بحکم خدا رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک معیار بتا دیا کہ..... خبردار...... برابری کرنے کی کوشش نہ کرنا بلکہ تمہاری فلاح وبہبود اسی

میں ہے کہ تم میرے پیچھے پیچھے آؤ۔ چنانچہ بلاشک وشبہ خُلفائے راشدینؓ اہلِ بیت اطہارؓ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین و بزرگانِ دین و قادری چشتی نقشبندی سہروردی چاروں سلسلوں کے بزرگان کرام پروردگارِ عالم کے دوستوں میں شامل ہیں کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بتائے ہوئے معیار کو اِن با عظمت ہستیوں نے اپنایا اور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے بتائے ہوئے قوانین کے سانچہ میں اپنی زندگی کو ڈھال لیا۔

یہ ربیع الآخر بڑا مُبارک مہینہ ہے۔ اس مہینہ میں اولیائے ہند ''گیارھویں شریف'' کا اہتمام کرتے تھے۔ یہ گیارھویں شریف کا مہینہ ہے آیئے آج اولیاء ہند کے نقشِ قدم پر چلیں اور اُن کی سُنت پر بھی عمل کرلیں۔ حضور غوث اعظم رضی اللہ عنہ کو آقا و مولیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے براہِ راست حقیقت و معرفت' شریعت و طریقت کا بے بہا خزانہ ملا۔ آپ کی زندگی کا بیشتر حصّہ اشاعتِ اسلام اور کُفر و شرک کے خلاف جہاد میں گزرا۔

آپ کا اسم شریف سیّد عبدالقادر اور لقب محی الدین ہے۔ آپ کے والد محترم سید موسیٰ ابو صالح جنگی دوست ہیں آپ کا سلسلۂ نسب حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ اور آپ کی والدہ ماجدہ کا سلسلۂ نسب حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ تک پُہنچتا ہے۔ آپ حَسنی حسینی سیّد ہیں

بزرگی کی کئی قسمیں ہیں۔ ایک بزرگی کام کرنے سے ہوتی ہے۔ کسی نے

عبادت کر کے بزرگی حاصل کی کسی نے جہاد کیا تو غازی بنا یا شہادت کا مرتبہ حاصل کیا' کسی نے نماز پڑھی نمازی کہلایا' کسی نے حج کیا حاجی کہلایا۔ یہ بزرگی اللہ جسے چاہتا ہے اُسی کو دیتا ہے۔

غَوثِ اعظم سے کسی نے دریافت کیا "آپ کو اپنی ولایت کا علم کب سے ہے"۔ ارشاد فرمایا "بچپن سے"۔ وہ اس طرح کہ جب میں مدرسے جاتا تو میرے ہمراہ فرشتے ہوتے تھے۔ مکتب میں پہنچ کر لڑکوں سے کہتے: اِفْسَحُوْا لِوَلِیِّ اللّٰہِ۔ بچو اللہ کے ولی کیلئے جگہ دو۔ دُنیاوی عُہدہ دار اپنے بچوں کے ہمراہ اپنے خادموں کو بھیج کر شان وشوکت کا مظاہرہ کرتے ہیں لیکن اللہ جن کو ولایت کا عُہدہ دیتا ہے اُن کے ساتھ فرشتے جاتے ہیں اور اس طرح شان وشوکت کا مظاہرہ کیا جاتا ہے

احوال بتاتے ہیں کہ آپ مادر زاد ولی ہیں...... رمضان المبارک میں آپ سحری کے وقت دُودھ نُوش فرمالیتے' اس کے بعد افطار تک دہنِ اقدس بند رکھتے اور دُودھ نُوش نہ فرماتے۔ بغداد میں ایک مرتبہ رمضان کے چاند میں اختلاف ہوگیا' لوگ آپ کی والدہ ماجدہ کے پاس حاضر ہوئے اور کہنے لگے ہم نے سُنا ہے کہ آپ کے صاحبزادے رمضان میں روزہ رکھتے ہیں' اس دفعہ چاند میں اختلاف ہوگیا ہے۔ فرمایئے آپ کے صاحبزادے نے دُودھ پیا ہے یا نہیں؟ فرماتی ہیں چاند کے بارے میں مجھے بھی کوئی علم نہیں مگر میرے پیارے بیٹے نے صُبح ہونے کے بعد سے اب تک دُودھ نہیں پیا ہے۔ کچھ دیر بعد شرعی شہادت سے ثابت

ہو گیا کہ چاند ہو چکا ہے یہ بچپن میں کرامت کا مظاہرہ۔

ایک مرتبہ کسی نے سوال کیا کہ آپ کا لقب محی الدین کیوں ہے؟ فرمایا کہ ایک مرتبہ جنگل کی طرف سے شہر کی جانب آ رہا تھا' راستہ میں ایک بوڑھا لیٹا ہوا ملا۔ اُس نے مجھے پکارا' میں جب اس کے قریب پہنچا تو اس نے اپنا ہاتھ میری طرف بڑھایا' جب میں نے اُس کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیا تو انتہائی سرعت کے ساتھ صحت مند ہونے لگا' دیکھتے ہی دیکھتے وہ نحیف ولاغر' کمزور و ناتوان بوڑھا' طاقتور اور صحت مند جسم کا مالک ہو گیا' پھر کہنے لگا انا الدین وانت محی الدین ۔اے محی الدین میں دینِ اسلام ہوں اور آپ دین کے زندہ کرنے والے ہیں۔

آپ کے بچپن کا زمانہ بھی عجیب زمانہ تھا۔ آپ کے والد ماجد ولی' آپ کے نانا ولی' آپ کی والدہ ماجدہ ولیہ' آپ کی پھوپھی حضرت عائشہ ولیہ گویا آپ کی پرورش و پرداخت ولیوں کی گود میں ہوئی۔ آپ کی پھوپھی حضرت عائشہ کے زمانہ میں لوگ خشک سالی کے آثار سے بے حد پریشان ہوئے' ایک میدان میں جمع ہو کر لوگوں نے نمازِ استسقاء ادا کی اور بارش کیلئے دُعا کی مگر بارش نہ ہوئی' لوگ آپ کی پھوپھی صاحبہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور مصائب کا ذکر کر کے دُعا کی درخواست کی۔ آپ نے لوگوں کی معروضات کو سُنا صحن میں تشریف لائیں اور جھاڑو دینا شروع کیا۔ لوگ حیران ہوئے کہ یہ کیا ہو رہا ہے۔ جب صحن صاف ہو گیا تو نگاہ آسمان کی طرف اُٹھائی اور عرض کیا۔ پروردگار جھاڑو میں نے دے دیا چھڑکاؤ

تو فرما دے چنانچہ اُسی وقت بارش شروع ہوگئی اور قحط سالی کا خطرہ دُور ہوگیا۔

اہلِ بغداد کے پُرزور مطالبہ پر غوثِ اعظم رضی اللہ عنہ جب پہلی مرتبہ بغرضِ وعظ جلسہ گاہ میں تشریف لائے تو سارا بغداد آپکی تقریر سماعت کرنے کیلئے اکٹھا ہوگیا۔ مجمع بڑھتا ہی چلا جارہا ہے اُدھر اذانِ ظہر کا وقت بھی قریب ہی ہے۔ حاضرین منتظر ہیں کہ اب آپ کچھ فرماتے ہیں اور آپ خاموش حاضرین کے سامنے جلوہ اُفروز ہیں۔ فرماتے ہیں میں ابھی خاموش ہی تھا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور مجھ کو مخاطب کر کے فرمایا: لم لا تتکلم یا بنی. میرے پیارے بیٹے تم بولتے کیوں نہیں۔ آپ نے تواضعاً عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! اس مجمع میں تو بڑے بڑے فُصحائے عرب موجود ہیں، میں عجمی اِن زُبان کے دعویداروں کے سامنے کیسے کلام کروں۔ رسالت مآب نے فرمایا: اپنا مُنہ کھُولو۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سات مرتبہ اپنا لعاب دہن آپ کے دہنِ اقدس میں ڈالا۔ لعابِ دہن کی برکت سے آپ نے محسوس کیا کہ فصاحت و بلاغت کے بے پناہ سمندر آپ میں اُمڈ آئے ہیں، اتنے میں نماز کا وقت ہوگیا۔ بعد نماز پھر آپ جلسہ گاہ میں رونق اُفروز ہوئے۔ مجمع کی تعداد میں کافی اضافہ ہوگیا تھا۔ پھر آپ کو توقف ہُوا تو اتنے میں باب مدینۃ العلم مولیٰ علی شیرِ خُدا رضی اللہ عنہ تشریف لائے اور فرمایا: اپنا مُنہ کھولو۔ پھر اُنہوں نے چھ مرتبہ لعابِ دہن آپ کے دہنِ اقدس میں ڈالا۔ آپ نے عرض کیا "حضور آپ نے چھ ہی مرتبہ کیوں ڈالا"۔ باب العلم نے

فرمایا: ''سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ادب کی وجہ سے''۔ اُس کے بعد آپ نے تقریر شروع فرمائی۔ بڑے بڑے فصیح اللسان اور اہلِ زبان محوِ حیرت تھے کہ ایک عجمی کے اندر یہ فصاحت وبلاغت کا سمندر کہاں سے اُمڈ پڑا۔ آپ نے اپنے پہلے بیان میں حقیقت و معرفت تصوّف وطریقت کے سمندر بہا دیئے اور زُبان کے دعویداروں پر اپنا سکّہ بٹھا دیا۔

باب العلم مولیٰ علی شیرِ خُدا رضی اللہ عنہ سے لوگوں نے پوچھا کہ آپ کو علم کا یہ بے بہا خزانہ اتنی زیادہ مقدار میں کیسے ملا؟ فرمایا: جب حضور اقدس ﷺ کو غسل دیا گیا تو میں نے دیکھا کہ آنحضرت کے چشم مبارک کے ایک گوشے میں پانی کا ایک قطرہ جھلملا رہا ہے' میں نے اُس قطرہ کو چاٹ لیا تھا' یہ علم اُسی ایک قطرہ کی برکت ہے۔ دیتا اللہ ہی ہے مگر تقسیم رسولِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ سے ہوتی ہے۔

تصانیف بزرگانِ دین سے پتہ چلتا ہے کہ جتنا مجمع غوثِ اعظم کی تقریر میں زمین پر ہوتا اس سے کہیں زیادہ فضا میں ہوتا تھا۔ ستر اسّی ہزار بلکہ ایک ایک لاکھ کا مجمع ہوتا اور یہ آپ کی کرامت ہی تھی کہ جیسے آواز نزدیک والوں کو سُنائی دیتی دُور والے بھی بعینہٖ آپ کی آواز سُنتے۔ انبیاء مرسلین کے گروہ اور ملائکہ مقدسہ کی جماعت عزّت دینے کیلئے آپ کے جلسہ میں شریک ہوتی۔ انبیاء ومرسلین کا آپ کے جلسہ میں شرکت کرنا' حضور سرکار دو عالم و مولیٰ علی شیرِ خُدا کا آپ کے جلسہ میں

تشریف لانا' اِن واقعات کو شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تصانیف میں درج کیا ہے' اس سے اہلسنت و جماعت کی حقانیت ثابت ہوتی ہے۔ انبیاء و مرسلین کا اپنی اپنی قبروں میں زندہ ہونا اور باذن اللہ جہاں چاہیں وہاں تشریف لے جانا' اِن باتوں کا ثبوت ملتا ہے۔

غوثِ اعظم کے وعظ میں معرفت کے دریا' حقیقت کے سمندر اور طریقت کی نہریں چلتیں۔ آپ کی تمام تقریر مجمع میں بیٹھے ہوئے لوگوں کے دلوں میں وہموں کا جواب ہُوا کرتی تھی۔ ایک بزرگ آپ کے وعظ میں حاضر تھے زُہد کا بیان ہو رہا تھا' اُن کے دل میں خیال پیدا ہُوا معرفت کا بیان ہونا چاہیئے۔ آپ نے فوراً معرفت کا بیان شروع کر دیا۔ اُن کے دِل میں پھر خیال پیدا ہوا کہ فناء و بقاء کا مسئلہ بیان فرماتے تو اچھا تھا۔ آپ نے فوراً تقریر کا رُخ فناء و بقاء کی طرف مُوڑ دیا۔ اُن کو پھر خیال پیدا ہوا کہ علم غیبِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا بیان ہونا چاہیئے آپ نے فوراً غیبِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ثبوت دینا شروع کر دیا۔ پھر فرمایا یا ابا الحسن حسبک ۔ اے ابوالحسن کافی ہے وہ بزرگ فرماتے ہیں کہ اتنا سُنتے ہی مجھ پر وجدانی کیفیت طاری ہوگئی۔

کتابوں میں ملتا ہے کہ ایک مرتبہ دَورانِ تقریر میں کسی پرندہ کی بڑی مکروہ چیخ سُنائی دی۔ آپ نے بنظرِ جلال اُس کی طرف دیکھا وہ پرندہ مُردہ ہو کر گر پڑا۔ بعد تقریر آپ نے اس کے منتشر اعضاء کو اکٹھا کرایا اور فرمایا قُمْ بِاِذْنِ اللّٰہ وہ مُردہ

پرندہ فوراً زندہ ہو کر فضا میں پرواز کر گیا۔

حضرت ابو بکر ابن موسیٰ کے زمانے میں ایک بوڑھی عورت کا نوجوان اکلوتا بیٹا نہر میں ڈوب کر ہلاک ہو گیا۔ وہ عورت روتی ہوئی حضرت ابو بکر بن حوارا کے دربار میں حاضر ہوئی اور کہنے لگی: اے اللہ کے ولی! آپ کو اللہ تعالیٰ نے اتنی طاقت دی ہے کہ آپ میرے بچے کو زندہ کر سکیں' اگر آج آپ نے میری فریاد کو نہ سُنا اور میری دستگیری نہ فرمائی تو کل بارگاہِ خداوندی میں فریاد کروں گی اور آپ کی شکایت کروں گی۔ چنانچہ بزرگ اٹھے اور نہر کی طرف روانہ ہو گئے انہوں نے دیکھا کہ عورت کے نوجوان بیٹے کی لاش پانی کے اُوپر تیر رہی ہے۔ آپ نہر میں داخل ہو گئے' لاش کو اُٹھایا اور خشکی پر لا کر رکھا تو وہ صحیح و سالم تھا۔ بیٹے کا ہاتھ ماں کے ہاتھ میں پکڑا دیا اور وہ دونوں ہنسی خوشی گھر کو لوٹ گیے۔

فرمایا: اس نے اپنے عقیدہ کا پھل پالیا ۔ کوئی اللہ کا شریک نہیں مگر اللہ کا ولی اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے جو چاہتا ہے وہ ہو جاتا ہے۔ کچھ لوگ ولی کی مخالفت کرتے ہیں اور اُن کی قدرت و طاقت کے منکر ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ جو بزرگانِ دین کی قدرت و طاقت کے منکر ہیں اُن میں کوئی ولی پیدا ہی نہیں ہوا پھر وہ کیا جانیں کہ ولی کیا ہوتا ہے اور مخلوقات میں اُن کو کیا مرتبہ حاصل ہے۔ قطب الاقطاب محبوبِ سُبحانی حضرت غوثِ اعظم کی ذاتِ بابرکت بڑی با عظمت ہستی ہے بزرگانِ دین میں آپ کو امتیازی حیثیت حاصل ہے۔ اسی ماہِ مبارک میں آپ کا

وصال ہوا۔ آپ کا مزار شریف آج بھی بغداد شریف میں مرجع خلائق ہے۔ لوگ جیسے ظاہری زندگی میں آپ کی فیوض و برکات سے فیضیاب ہوتے رہے۔ آج بھی عقیدت مندوں کی جماعت آپ کے فیوض و برکات کے سمندر سے اسی طرح بہرہ ور ہو رہی ہے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ مسلمانوں کے دلوں میں اپنے دوستوں کی عظمت برقرار رکھے اور گمراہ فرقوں کی ضلالت سے بچائے۔ آمین

(وما علینا الا البلاغ المبین)

ولی کیا مرسل آئیں خود حضور آئیں
وہ تیرے وعظ کی محفل ہے یا غوث

خطبہ پنجم

”حیات مصطفےٰ“۔”زندہ نبی“(ﷺ)

سالانہ جلسہ دستار فضیلت مدرسہ جامعہ حنفیہ رضویہ سراج العلوم زینت المساجد گوجرانوالہ

تحریر و منظر کشی از: جناب پروفیسر محمد اکرم رضا کوٹلوی

○ یہ غالباً اپریل ۱۹۶۱ء کی بات ہے میں نویں جماعت کا طالب علم تھا، اچانک گھر میں ذکر چھڑا کہ محدث اعظم مدرسہ حنفیہ رضویہ سراج العلوم سے فارغ التحصیل ہونے والے حفاظ اور علماء کی دستار بندی کیلئے مرکزی جامع مسجد زینت المساجد گوجرانوالہ تشریف لا رہے ہیں۔ دل زیارت کے لئے مچل اٹھا۔ حضرت محدث اعظم کو دیکھا نہیں تھا مگر مجدد دین و ملت اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خاں فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ سے غیر معمولی عقیدت وارادت کے سبب آپ کے دبستان علم و حکمت سے فیضیاب ہونے والا ہر شہباز علم و حکمت میرے لئے لائق صد تعظیم تھا۔

اعلیٰ حضرت سے محبت مجھے ورثہ میں عطا ہوئی تھی۔ ہمارا گاؤں شہر سے سولہ میل دور تھا۔ راستے میں میلوں تک سیلاب کے پانی کی حکمرانی، ذرائع سفر نہ ہونے کے برابر، مگر محدث اعظم کی محبت نے کسی مشکل کا احساس نہ ہونے دیا اور مجھ سا طالب علم سر شام ہی زینت المساجد پہنچ گیا۔

عشاق کی بارات: رات دس بجے کے قریب حضور محدثِ اعظم زینت المساجد پہنچے تو چاروں طرف عقیدت واحترام کی کہکشاں بکھرنے لگی۔ ہر سُو انسانوں کا ہجوم،

یہ عُشّاق کی بارات تھی' اس وسیع وعریض مسجد کا اندرونی حصّہ' برآمدے' صحن' چھت اور گلیاں حضرت محدّثِ اعظم علیہ الرحمۃ کے عقیدت مندوں سے بھری ہوئی تھیں۔
ہر شخص بے چین ومُضطرب تھا کہ اس بَطلِ جلیل کی ایک جھلک دیکھ لے' جس نے ایک قلیل مُدت میں خِطّۂ پنجاب کو عشقِ مُصطفےٰ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے عملی تقاضوں سے بَہرہ وَر کرایا تھا۔ محدّثِ اعظم تشریف لاتے ہی سٹیج پر جلوہ اَفروز ہوگئے۔ سٹیج پر علماء کا ہجوم تھا۔ محدّثِ اعظم علیہ الرحمۃ کرسی پر تشریف فرما تھے' چہرے پر نُورِ ایمان نمایاں تھا' سفید لباس زیبِ تن تھا' سر پر نسواری رنگ کا عمامہ تھا اور اُسی رنگ کا ایک کپڑا گلے میں حائل تھا۔ حسین وجمیل چہرہ جس میں پنجاب کی قُدرتی مَلاحت بھی شامل تھی' رِیشِ مُبارک چہرے کے حُسن کو دو چند کرتی ہوئی' آنکھیں اَسرارِ فطرت کی گہرائیوں میں جھانکتی ہوئی۔

تقریرِ منیر: بالآخر وہ ساعتِ سعید آ پہنچی جس کیلئے سب ہمہ تن گوش تھے۔ ساڑھے گیارہ بجے شب محدّثِ اعظم علیہ الرحمۃ کا خطاب شروع ہوا' تو سامعین نے سانسیں روک لیں' احترام آمیز سکُوت چھا گیا۔ ایک بے کراں خاموشی جس میں محدّثِ اعظم علیہ الرحمۃ کی آواز گونج رہی تھی۔ آپ نے خطبہ مسنونہ کے بعد یہ آیت تلاوت فرمائی:

مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗۤ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ۔

ترجمہ: محمد اللہ کے رسول ہیں اور اُن کے ساتھ والے کافروں پر سخت ہیں اور آپس میں نرم دِل۔ (پارہ ۲۶، سورہ الفتح، آیت ۲۹)

اس کے بعد آپ نے آیت کریمہ کی تشریح فرمائی اور پھر فرمایا کہ میرا موضوع ''حیاتِ مصطفےٰ علیہ التحیۃ والثناء'' ہے اور میں اسی آیتِ مقدسہ کی روشنی میں یہ ثابت کروں گا کہ میرے حضور پرنور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم زندہ ہیں۔ آپ کی تقریر کا انداز مختلف تھا' جوشِ خطابت میں دونوں ہاتھوں کو اوپر اٹھاتے اور پھر نیچے لے آتے۔ آپ کا خطاب کیا تھا' اسرار و معانی کا گلدستہ تھا' فکر و عظمت کا گنجینہ اور انوارِ مصطفوی کا خزینہ تھا' الطافِ مصطفےٰ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی بادِ بہاری تھی۔ مسجّع مقفّٰی اور مرصّع الفاظ کی عملداری تھی' ہر فقرہ عظمتِ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا آئینہ دار اور ہر لفظ کانِ لطافت کا دُرِّ تابدار تھا۔ عوام النّاس تقریر بھی سُن رہے تھے اور آپ کے رُخِ انور پر نظریں بھی لگائے ہوئے تھے۔ میری اپنی یہی کیفیت تھی' میں آپ کے چہرے کے پسِ منظر میں حضور اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کے خدّوخال تلاش کر رہا تھا۔ آپ کے خطاب میں لفظی شعریّت بھی تھی اور بلا کی روانی بھی' دلوں کو گداز بخشنے والی تاثیر بھی تھی اور عقیدت و ارادت کی کہانی بھی' ہر آن یہ احساس ہو رہا تھا کہ

ع ...... بُلبل چہک رہا ہے ریاضِ رسول میں

آپ نے فرمایا ''پھول کو دیکھنا ہو تو اس کی پنکھڑیوں کی لطافت کو دیکھو' سمندر کو دیکھنا ہو تو اس کی لہروں کی شدّت کو دیکھو' چاند کو دیکھنا ہو تو اس کی کرنوں کو دیکھو' سورج کو دیکھنا ہو تو اس کی شعاؤں کا نور ملاحظہ کرو۔ اسی طرح دو عالم کے تاجدار' مکّی و مدنی افتخار' سیّد الابرار' رحمتِ کردگار حضور محمد مصطفےٰ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو دیکھنا ہو تو آپ کے

عُشّاق اور جانثاروں کو دیکھو' یہ جانثار اس ماہِ رسالت کی کرنیں ہیں۔ اگر کرنیں موجود ہوں تو چاند کے موجود ہونے کا یقین ہوتا ہے' اگر شعاعیں روشنی لٹا رہی ہوں تو آفتاب کے وجود کا احساس ہوتا ہے' اگر لہریں مَوّاج ہوں تو سمندر کی روانی کو ماننا پڑتا ہے' اسی طرح آج بھی عُشّاقِ مصطفےٰ کا وجود' آپ کے چاہنے والوں کا مجمع' آپ پر جان لٹانے والوں کی کثرت' پوری دنیا میں ہر ساعت' ہر آن لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہ کے ساتھ محمد رسول اللہ کی اُبھرتی ہوئی آوازیں' اس حقیقت کا اعلان ہیں کہ میرے سرکار موجود ہیں' میرے حضور زندہ ہیں' میرے ملجا و ماویٰ ہماری دستگیری فرما رہے ہیں' میرے آقا و مولیٰ خستہ حال غلاموں کے آنسو پونچھ رہے ہیں۔ آج جو شخص حیاتِ مصطفےٰ علیہ التحیۃ والثناء کا منکر ہے وہ فقیر کے پاس آئے' فقیر اسے چند لمحوں میں حیاتِ سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وسلم کا قائل کر دے گا۔

تقریر اس قدر پُرجوش' ولولہ انگیز' دلائل و براہین سے آراستہ' آیاتِ قرآنیہ اور احادیثِ نبویہ سے مُرصّع تھی کہ ہزاروں سامعین بار بار نعرۂ تکبیر اللہ اکبر' نعرۂ رسالت یارسول اللہ اور حیاتِ مصطفےٰ زندہ باد کے نعرے بلند کرتے رہے۔ حیاتِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے عقیدہ پر تقریر کرتے کرتے آپ کی آواز بھرّا گئی آنکھوں سے آنسو اُبل پڑے' جنہیں آپ نے دستار کے پلّو سے پونچھا۔ یہ سماں ایسا رقت انگیز تھا کہ سامعین اشک بار ہو گئے' آنسوؤں کی لڑیاں لگ گئیں' محدثِ اعظم نے منکرینِ حیاتُ النّبی سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا "ارے تم کس قدر گستاخ اور ناشکرے

ہو، نبی کا کھاتے ہو، انہیں پر غرّاتے ہو، غضب خدا کا جس آقا کے صدقے میں سب کچھ عطا ہو رہا ہے اُسی کی توہین کرتے ہو، جس کے وجود کے صدقے میں تمہیں وجود عطا ہوا، اُسی کے وجود کا انکار کرتے ہو، ربِّ کعبہ کی قسم اگر تم اُمتِ مصطفوی میں نہ ہوتے، کسی اور نبی کی اُمّت ہوتے تو اب تک قہرِ خداوندی تمہیں اپنی لپیٹ میں لے چکا ہوتا مگر تم تو حضور رحمۃ للعالمین کے اُمّتی ہو، حضور شفیع المذنبین کے نام لیوا ہو، اُس کا کلمہ پڑھتے ہو جو جان کے دشمنوں کو امان دیتا رہا، جو پتھر کھا کر جنّت کے پھولوں کی بشارت دیتا رہا، جو کانٹوں پر چل کر رحمتِ عام کی خوشبو لٹاتا رہا، جو پیاسا رہ کر پیاسوں کی پیاس بجھاتا رہا، وہ کب چاہے گا کہ تمہاری شکلیں مسخ ہو جائیں، اُسے کب گوارا ہے کہ تم عذابِ الٰہی کا شکار ہو جاؤ، وہ تو سراپا رحمۃ للعالمین ہے، ازل میں بھی رحمت تھا اور ابد تک رہے گا۔ ماضی ہو یا حال یا مستقبل بعید اس کی رحمت ہر دور کو اپنی پناہ میں لئے ہوئے ہے۔ پناہ میں وہی لیتا ہے اور امان وہی دیتا ہے جو زندہ اور موجود ہو۔ منکر وا یہ کتنا بڑا ستم ہے کہ تم نے جس کی کالی کملی کی پناہ لے رکھی ہے تم اُسی کو نعوذ باللہ مُردہ قرار دے رہے ہو۔ سُن لو میرے حضور زندہ ہیں اور زندہ رہیں گے۔

تو زندہ ہے واللہ تو زندہ ہے واللہ
مرے چشمِ عالم سے چھپ جانے والے

ترا کھائیں تیرے غلاموں سے اُلجھیں
ہیں منکر عجب کھانے غرّانے والے

زندہ نبی:

یہاں پہنچ کر قبلہ محدثِ اعظم علیہ الرحمۃ پر عجیب بے خُودی اور سرشاری کی کیفیت چھاگئی۔آپ نے ''زندہ نبی'' ''زندہ نبی'' کی تکرار شروع کردی۔آپ بار بار یہی فرمارہے تھے اور ہزاروں کا اجتماع آپ کے اس انداز میں کھو کر 'زندہ نبی' زندہ نبی'' کی تکرار کئے جا رہا تھا۔آپ نے تقریباً آٹھ منٹ تک یہی وِرد کیا۔آپ خُود بھی بے خُود تھے اور مجمع کو بھی بے خُود بنا دیا تھا۔یُوں معلوم ہوتا تھا کہ آپ کی آنکھیں بہت سے اَسرار سے پَردے اُٹھتے ہوئے دیکھ رہی ہیں۔کسی شخص کو دُوسرے کا خیال نہیں تھا' ہر ایک پر یہی ایمان اَفروز احساس طاری ہو چکا تھا کہ میرے حضور زندہ ہیں' میرے سرکار زندہ ہیں۔زندہ نبی' زندہ نبی کی تکرار کرتے کرتے آپ کو کھانسی کا دَورہ ہوا۔(بعد میں معلوم ہُوا کہ آپ کی طبیعت علیل تھی) مگر آپ نے تکرار نہ چھوڑی بالآخر آپ کی آواز کمزور پڑتی گئی۔آپ نے وما علینا الا البلاغ المبین پڑھا اور یُوں یہ ایمان اَفروز خطاب اختتام کو پہنچا۔

؎ رہے گا یُونہی اُن کا چرچا رہے گا
پڑے خاک ہو جائیں جَل جانے والے

پروفیسر مُحمد اکرم رضا کوٹلوی

خطبہ ششم

"نُورانیّتِ مُصطفٰے" (ﷺ)

خُطبہ جُمعہ سُنّی رضوی جامع مسجد فیصل آباد

مُرسلہ و مُرتّبہ: مولانا ظہیر الحسن صاحب (کراچی)

حمد وثناء صلوٰۃ وسلام۔ تعوذ وتسمیہ کے بعد یہ آیہ کریمہ تلاوت فرمائی:

قَدْ جَآءَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ وَّكِتٰبٌ مُّبِيْنٌ۔ (پارہ ۶، سورہ المائدہ، آیت ۱۵)

لوگو! بے شک تمہارے پاس اللہ کی طرف سے ایک نُور آیا اور رُوشن کتاب۔

اللہ ربُّ العزت جَلّ جلالہٗ وعَمّ نوالہٗ کا بے شمار احسان اور لاکھ لاکھ شکر ہے کہ مدنی تاجدار نُورِ مجسّم سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا دامنِ رحمت ہمیں عطا فرمایا اور آپ کی اُمّت میں پیدا کیا...... دُنیا کا قاعدہ ہے کہ اہلِ ثروت لوگ اپنی حیثیت کے مطابق کوئی نہ کوئی یادگار قائم کرتے ہیں۔ لاہور کی عالمگیری مسجد حضرت اورنگ زیب علیہ الرحمۃ کی بے مثال یادگار ہے' یونہی دہلی کی جامع مسجد شاہجہان کا ایک رُوشن وتابندہ کارنامہ ہے۔ یہ ایسی یادگاریں ہیں کہ صدیاں گزر گئیں مگر آج بھی لوگ اِن چیزوں کو دیکھ کر بنانے والوں کی عظمت کا اعتراف کرتے ہیں..... اللہ ربُّ العزت تو احکم الحاکمین ہے اور تمام بادشاہوں کا بادشاہ ہے۔ اُس قادرِ مُطلق کی قُدرتِ کاملہ ہر بالادست طاقت کو محیط وحاوی ہے۔ آیئے اُس کے حبیب کی بے مثل عظیم الشّان یادگار ملاحظہ فرمایئے۔ حدیثِ قدسی میں

ارشاد ہوتا ہے لَوْلَاکَ لَمَا خَلَقْتُ الْاَفْلَاکَ ۔ محبوب اگر آپ نہ ہوتے تو یہ افلاک پیدا نہ فرماتا۔ دُوسری جگہ ارشاد ہوتا ہے لَوْلَاکَ لَمَا خَلَقْتُ الدُّنْیَا ۔ اگر آپ کو پیدا کرنا مقصود نہ ہوتا تو دُنیا کو پیدا نہ فرماتا...... اے محبوبؐ یہ عرش و فرش‘ زمین و آسمان‘ شمس و قمر‘ لوح و قلم یہ سب آپ ہی کے صدقے میں‘ آپ کی یادگار کیلئے‘ وجود میں لائے گئے ہیں...... اے محبوبؐ کائنات کی تمام اشیاء کی خلقت کا باعث آپ ہی ہیں۔ اگر آپ کی عظمت کا اظہار مقصود نہ ہوتا تو یہ وسیع کائنات‘ لہلہاتی کھیتیاں‘ بہتے دریا‘ اُبلتے چشمے‘ موجیں مارتا سمندر‘ یہ آسمان کی رُوشن قندیلیں کسی کو بھی موجود نہ کرتا۔ قَدْ جَآءَکُمْ الخ۔ بے شک تحقیق تمہارے پاس نُور تشریف لایا۔ (کہاں سے؟) اِرشاد ہوتا ہے مِنَ اللّٰہِ اللہ کی طرف سے۔

آپ نے رُوشنی کی صدہا قسمیں دیکھی ہونگی جو اپنی پاور (Power) کے مطابق ایک محدود فاصلہ تک تاریکی کو دُور کرتی ہیں مگر آقا و مولیٰ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے انوار سے عرش و فرش‘ مشرق و مغرب‘ شمال و جنوب اور کائنات کے تمام گوشے رُوشن و منوّر ہیں۔ حبیبِ خدا صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم اپنے متعلق اِرشاد فرماتے ہیں سِرَاجُ الدُّنْیَا۔ یعنی دُنیا کا چراغ ہوں۔ میرے نُور کی ضیاء پاشیوں سے خدا کی ساری خدائی رُوشن و منوّر ہے...... ہمارا عقیدہ (قطعی) ہے کہ نبی کریم مجسّم نُور ہیں اور آیت مذکورہ میں نُور (آقا و مولیٰ) کی تشریف آوری کا ذکر ہے۔ ہماری اصطلاح میں اسی کا نام ذکرِ میلاد ہے، معلوم ہوا کہ آپ کی تشریف آوری کا ذکر یعنی

ذکرِ میلاد سنتِ الٰہیہ ہے۔ حبیبِ خدا صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی بے شمار فضیلتوں میں سے ایک فضیلت نورانیت بھی ہے۔ وہ نور بہزار شان و شوکت ایک روشن کتاب لیکر آیا جو مومنین کیلئے ہدایت کا سمندر ہے۔ اور تزکیہ نفس و قلب کیلئے اکسیر...... کتاب سے مراد فرقانِ حمید ہے...... اور جمہور مفسرین کے نزدیک نور سے مراد سرکارِ دو عالم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم ہیں۔ بعض علمائے اسلام فرماتے ہیں کہ دینِ اسلام مراد ہے اور بعض فرماتے ہیں کہ کلام اللہ مراد ہے۔ ہمارے نزدیک یہ تینوں معنی درست ہیں۔ اختلاف کوئی بھی نہیں کیونکہ جن پر اُتارا گیا' وہ بھی نور' لانے والا بھی نور۔ بھیجنے والا بھی نور۔ صاحب روح المعانی فرماتے ہیں ھونور الانوار والنبی المختار۔ نبی مختار صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم تمام انوار کے سرچشمہ و منبع ہیں۔ معلوم ہوا کہ اور نورِ نگاہ و روشنیٔ مہر و ماہ وغیرہ کے سرچشمہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں......

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ اَوَّلُ مَا خَلَقَ اللّٰہُ نُورِی۔ پروردگارِ عالم نے سب سے پہلے میرے نور کو پیدا فرمایا اور میرے نور سے تمام اشیاء کی تخلیق فرمائی۔ ان ادلہ حقہ کے باوجود کم فہمی کی بنا پر کچھ لوگ نورانیتِ مصطفےٰ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا انکار کرتے ہیں۔ اب منکرین نور بتائیں کہ مہر و ماہ کی تابش' انجم و اختر کی چمک دمک' نورِ نگاہ وغیرہ تمام چیزیں اشیاء میں داخل ہیں یا خارج؟ اگر حدیث مذکورہ بالا کو صحیح مانتے تو انکار کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا' لامحالہ داخل ماننا پڑیگا۔ جب داخلہ تسلیم کر لیا تو نورانیتِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے انکار کا کیا

مطلب اور اس جملِ مُرکب کا کیا مفہوم اور اگر خارج مانتے ہیں تو بتانا پڑیگا کہ نُورِ نگاہ و رُوشنی مہر و ماہ کہاں سے وجود میں آئی ...... نُورِ مُصطفےٰ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا مُنکرُ حماقت و نادانی میں اُس شخص سے کہیں بدتر ہے جو چاند و سُورج کو رُوشن دیکھتے ہوئے بھی اُن کی رُوشنی سے انکار کر بیٹھے۔

فرمایا: رسالت مآب صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی تشریف آوری سے قبل مکّہ میں قحط سالی کا دُور دُورہ تھا آپ کا ظہور ہوتے ہی قحط سالی دُور ہوگئی۔ ربیع الاوّل شریف کی بارھویں شب حضور کی وِلادت باسعادت کی شب ہے اور بڑی مُبارک شب ہے۔ حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا آپ کی والدہ ماجدہ فرماتی ہیں کہ جلیل القدر انبیاء عظّام اور ملائکہ کرام تشریف لاتے رہے اور خواب میں بشارت دیتے رہے کہ آپ کے شکمِ مُبارک میں ساری خُدائی سے افضل جلوہ فرما ہے جب اِن کا ظہور ہو تو سَمِّیْہِ مُحَمَّدًا۔ ان کا نامِ نامی اسمِ گرامی محمد رکھنا (صلی اللہ علیہ وسلم)۔

حضرت عبدالمُطلب نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے دادا فرماتے ہیں کہ میں طواف کر رہا تھا کہ اچانک میں نے دیکھا کہ خانہ کعبہ مقامِ ابراہیم کو سجدہ کر رہا ہے' خانہ کعبہ خُوشیاں منا رہا تھا کہ آج وہ ذاتِ بابرکت تشریف لائی ہے جس کے مقدّس ہاتھوں سے کُفر و شرک کا جنازہ نکلے گا۔ اقوال یہ بھی ہیں کہ خانہ کعبہ تین دن تین رات مسرّت و شادمانی سے جھومتا رہا' خانہ کعبہ کیا خُدا کی ساری خُدائی مُسرّت و

شادمانی سے سرشار تھی' حضرت ابراہیم علیہ السّلام مقدّس دُعاؤں کا ثمرہ آج ظاہر ہونے والا تھا۔ نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم فرماتے ہیں کہ میں اپنے جَدِّ امجد حضرت ابراہیم علیہ السَّلام کی دُعا ہوں...... لات وھُبل نے اَوندھے مُنہ گر کر اس شبِ مُقدس کی صُبح کو آنے والی ذاتِ گرامی کی عظمت وجلال کا اظہار کیا۔ حضرت عبدالمطلب فرماتے ہیں کہ جب میں طواف سے فارغ ہو کر گھر پہنچا تو اطلاع ملی کہ پُوتا پیدا ہوا ہے۔ جب آپ زیارت کی غرض سے دَروازہ کی طرف بڑھے تو کیا دیکھتے ہیں کہ ایک فرشتہ نُوری شمشیر لئے پہرہ دے رہا ہے۔ آپ کو روک لیا گیا اور حکم ہُوا کہ ابھی دیدار کی اجازت نہیں علیّین کے رہنے والے پہلے زیارت کرینگے۔ چنانچہ بارگاہِ خُداوندی سے ملائکہ کی جماعت جلوس کی شکل میں آئی اور زیارت سے مشرف ہو کر چلی گئی۔ آپ کی پُھوپھی حضرت صفیہ فرماتی ہیں کہ نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے پیدائش کے بعد سب سے پہلے اپنے رَبّ کو سجدہ فرمایا اور آپ کی زبانِ اَطہر سے لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاِنِّی رَسُوْلُ اللّٰہ کا کلمہ نکلا۔ حضور نے ظاہر ہوتے ہی خُدا کی وحدانیت اور اپنی نبوّت کا اعلان فرمایا حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو معلوم تھا کہ میں نبی ہوں فرماتے ہیں کُنْتُ نَبِیًّا وَّ آدَمُ بَیْنَ الْمَاءِ وَالطِّیْنِ ۔ میں اُس وقت بھی نبی تھا جبکہ حضرت آدم کا خمیر تیار ہو رہا تھا۔

حضرت صفیہ فرماتی ہیں کہ میں نے ارادہ کیا کہ آپ کو غسل دیدوں غیب

ے ندا آئی' صفیہ تکلیف کی ضرورت نہیں' ہم نے پہلے ہی ہر طرح پاک وصاف پیدا فرمایا ہے۔ آپ کی والدہ ماجدہ فرماتی ہیں کہ آپ کے پیدا ہوتے ہی ایسا نور ظاہر ہوا کہ مشرق ومغرب چمک اُٹھے' میں نے دیکھا کہ مغرب میں ایک جھنڈا گڑا ہوا ہے اور ایک جھنڈا مشرق میں اور ایک خانہ کعبہ کی چھت پر۔ معلوم ہوا کہ پروردگارِ عالم کے حکم سے ملائکہ مقدسہ جھنڈے گاڑ کر عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم منا رہے تھے۔ حیرت ہے اس فرقہ پر جو گاندھی' کانگرس کا جلوس نکال لیتا ہے' راجندر پرشاد کیلئے ہزاروں روپیہ کا اسراف کر کے پنڈال سجا سکتا ہے' جھنڈیاں اور دروازے لگا سکتا ہے' مرحبا نہرو رسول السلام کا نعرہ لگا کر عورتوں سمیت نہرو کا شاہی استقبال کر سکتا ہے مگر جب رحمتِ عالم ﷺ کے جشنِ میلاد منانے کا وقت آتا ہے تو شرک وبدعت کا فتویٰ دے کر گوشہ نشین ہو جاتا ہے۔

باغی گروہ جس نے سب سے بڑے انعامِ الٰہیہ پر خوشی منانے کو شرک کہہ کر ناشکری وعقائد فاسدہ کا اظہار کیا ہے کسی سے پوشیدہ نہیں رہا۔ اس سے بڑھ کر رسول دشمنی اور دینِ اسلام کی بیخ کنی کی مثال اور کیا ہو سکتی ہے۔ مسلمانوں کو چاہیئے کہ عیدِ میلاد کو نہایت شان وشوکت سے منائیں' جلسہ کریں' جلوس نکالیں اور اس انعامِ عظیم پر خدا کا شکر بجالائیں۔ آپ کا ظہور ہوتے ہی کسریٰ کے عظیم محل میں زلزلہ کا جھٹکا محسوس ہوا اور چودہ کنگرے گر پڑے۔ مجوسیوں کا ہزاروں سال سے روشن آتش کدہ بجھا کر اس بات کا اعلان کیا گیا کہ رسولِ مقدس پر ایمان لانے والوں کیلئے ایسے ہی

دوزخ کی آگ بجھا دی جائیگی۔ اللہ تبارک وتعالیٰ گمراہ فرقوں کو شانِ رسالت مآب صلّی اللہ علیہ وسلّم پہچاننے کی توفیق دے اور اہلسنّت کو مسلکِ حقّہ پر قائم ودائم رکھے۔ آمین

(وما علینا الا البلاغ المبین)

؎ صبح طیبہ میں ہوئی بٹتا ہے باڑا نور کا
صدقہ لینے نور کا آیا ہے تارا نور کا
شمع دل، مشکوٰۃ تن، سینہ زُجاجہ نور کا
تیری صورت کیلئے آیا ہے سورہ نور کا

خطبہ ہفتم

"شانِ رسالت" (صلی اللہ علیہ وسلم)

یہ تقریر آپ نے ملتان میں مدرسہ رضویہ انوار الابرار کے افتتاح پر ایک جلسۂ عام میں پُرجوش نعروں کی گونج میں ارشاد فرمائی تھی۔

خطبہ وتعوذ وتسمیہ کے بعد آیہ کریمہ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗٓ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ (پارہ ۲۶، سورہ الفتح، آیت ۲۹)

ترجمہ: "محمد اللہ کے رسول ہیں اور اُن کے ساتھ والے کافروں پر سخت ہیں اور آپس میں نرم دِل"۔ تلاوت فرما کر ارشاد فرمایا۔ اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیبِ پاک صاحبِ لولاک علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کی رسالتِ کاملہ شاملہ عامہ اور آپ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کے کمالات کا ذکرِ خیر فرمایا۔ ارشاد فرمایا: مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں اور اُن کے ساتھی کافروں پر سخت ہیں اور آپس میں رحم دل' تو انہیں دیکھے رکوع کرتے' سجدہ میں گرتے' اللہ کا فضل اور اُس کی رضا چاہتے ہیں۔

اِس وقت اِس مجلس میں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلّق بیان ہوگا۔ نامِ نامی اسمِ گرامی محمد صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کتنا پیارا ہے۔ ایمان افروز ہے۔ اسم مفعول کا صیغہ ہے۔ تحمید اِس کا مصدر ہے۔ حمد اِس کا مادہ ہے۔ یعنی بار بار کثرت سے سراہا گیا' تعریف کیا گیا۔ وہ ذات کے اعتبار سے بھی تعریف کئے گئے اور شیون وافعال کے

لحاظ سے بھی تعریف کیے گئے۔ سیرت و صورت، ظاہر و باطن، اسم و مسمّٰی، عنوان و مضمون، تعبیر و مصداق الغرض ہر حیثیت سے، ہر اعتبار سے، ہر لحاظ سے، ہر جہت سے تعریف کیے گئے، سراہے گئے۔ آپ کا کوئی قول، آپ کا کوئی فعل، آپ کا کوئی حال، آپ کی کوئی شان، ایسی نہیں ہے کہ جس پر نکتہ چینی کی گنجائش ہو۔ آپ کی سیرت و صورت میں کوئی چیز ایسی نہیں ہے جو تعریف کے لائق نہ ہو۔ آپ باکمال ہیں، باجمال ہیں، آپ کا نامِ نامی رحمتوں اور برکتوں کا چشمہ ہے۔ عقیدت و نیازمندی سے آپ کا پیارا نام لیا جائے تو خدا کے فضل سے بلائیں ٹلتی ہیں اور مصیبتیں دور ہوتی ہیں۔ آپ اللہ تعالیٰ کے محبوب ہیں اور آپ کا نامِ نامی بھی اللہ کو پیارا ہے، اس لئے آپ کا ذِکر بھی بلند و بالا ہے۔ فرمایا:

وَرَفَعْنَا لَکَ ذِکْرَکَ۔ (پارہ ۳۰، سورہ الم نشرح آیت نمبر ۴)

ترجمہ: ''اور ہم نے تمہارے لئے تمہارا ذکر بلند کر دیا'' عرش پر آپ کا ذِکر، فرش پر آپ کا چرچا۔ شرق و غرب، شمال و جنوب، میں آپ کی داستان۔ زمین و آسمان میں آپ کا ذکر۔ ساقِ عرش پر آپ کا نامِ نامی درخشاں۔ جنت میں آپ کا اسمِ گرامی جگہ جگہ کندہ، آپ نہ ہوتے تو زمین و آسمان نہ ہوتے، کون و مکاں نہ ہوتے، شمس و قمر، شجر و حجر، بحر و بر نہ ہوتے۔ لولاکَ کے صاحب آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی ہیں۔

ایک حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: لَوْلَاکَ لَمَا خَلَقْتُ الْاَفْلَاکَ یعنی پیارے اگر تو نہ ہوتا تو میں آسمانوں کو پیدا نہ فرماتا۔ دوسری حدیث

میں ہے۔ لَوْلَاکَ لَمَا خَلَقْتُ الدُّنْیَا ۔ پیارے اگر تو نہ ہوتا تو میں دُنیا کو پیدا نہ فرماتا۔ تیسری حدیث میں ہے۔ لَوْلَاکَ لَمَا اَظْہَرْتُ الرُّبُوْبِیَّۃَ ۔ پیارے تُو نہ ہوتا تُو میں اپنا رب ہونا بھی کسی پر ظاہر نہ فرماتا۔ یہ تینوں حدیثیں علماء کرام نے اپنی معتبر کتابوں میں بیان فرمائیں۔

اس آیتِ پاک میں یہ تو فرمایا کہ آپ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہیں مگر اس کا ذِکر نہیں فرمایا کہ آپ کِس کی طرف رسول ہیں۔ نہ انس وجن کا ذکر ہے' نہ ملائکہ کا' نہ مخلوقات میں سے کسی اور نَوع کا' اور کب تک کیلئے رسول ہیں اور آپ کے حلقۂ رسالت میں کتنے' ملک ہیں' نہ اس میں عرب کی قید ہے نہ عجم کی تخصیص ہے' نہ زمین کا ذِکر ہے نہ شرق وغرب' شمال وجنوب کی قید ہے' نہ کسی خاص زمانے اور صدی کا ذکر ہے۔ جس سے مفہوم ہوتا ہے کہ آپ کی رسالت کا حلقہ اتنا وسیع ہے کہ آپ ساری خُدائی کی طرف رسول ہیں' قیامت تک کیلئے ہر ملک اور ہر صدی کے رسول ہیں' عالَم کا گوشہ گوشہ جہان کا چپّہ چپّہ آپ کے حلقۂ رسالت میں داخل ہے۔ مخلوق کی کوئی چیز ایسی نہیں کہ اس کی طرف آپ رسول نہ ہوں۔ تحقیق یہ ہے کہ آپ ساری خدائی کی طرف رسول ہیں۔ فقیر یہ اپنی طرف سے نہیں کہتا بلکہ خُود صاحب قرآن حبیبُ الرحمٰن علیہ الصّلوٰۃ والسّلام نے فرمایا۔ اُرْسِلْتُ اِلَی الْخَلْقِ کَافَّۃً۔ یعنی میں ساری خُدائی کی طرف بھیجا گیا۔ یہ حدیث صحیح مسلم شریف جلد ۱، ص ۱۹۹ و جامع ترمذی شریف میں ہے اور مشکوٰۃ شریف بابُ فَضَائِلِ سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ، پہلی فصل

میں بھی منقول ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ جس چیز کا رب ہے حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم اُس چیز کی طرف رسول ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی ربوبیت کے ماتحت جو چیز ہے وہ حضور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کے حلقہ میں داخل ہے۔

دُنیا کی حکومتوں میں جو عُہدہ دار ہے اس کے عُہدہ کے لائق اُس کا حلقہ ہوتا ہے۔ محکمہ مال میں پٹواری کا حلقہ چھوٹا اور قانون گو کا حلقہ بڑا' تحصیلدار کا حلقہ اُس سے بھی بڑا ڈی سی صاحب کا حلقہ اس سے بھی زیادہ وسیع ہے۔ فوجداری محکمہ میں سپاہی کا حلقہ ہے' اس سے وسیع حلقہ تھانیدار کا ہے' اس سے وسیع حلقہ ایس پی صاحب کا ہے۔ عہدہ بڑھتا گیا حلقہ بھی ترقی کرتا گیا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے نبیوں' رسولوں (علیہم السّلام) کو اپنے فضل و کرم سے نبوّت و رسالت کا عُہدہ و مرتبہ عطا کیا۔

فرمایا: یہ یاد رہے کہ دُنیا کے عہدوں کو عُہدۂ نبوّت و رسالت سے کوئی نسبت نہیں۔ ہر نبی' ہر رسول علیہ السّلام کا حلقہ اُن کی شانِ رفیع کے لائق تھا اور آپ کا حلقہ بھی آپ کی شانِ اَرفع کے لائق ہے۔ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کا عہدہَ رسالت سب سے بڑا عُہدہ ہے لہٰذا آپ کا حلقہ سب رسولوں' نبیوں علیہم السّلام کے حلقوں سے وسیع تر ہے۔ جیسے آپ کی رَحمت کا دائرہ خُدائی کو گھیرے ہوئے ہے یُونہی آپ کا دامنِ رسالت سب مخلوق کو محیط ہے۔

وَمَا اَرْسَلْنٰکَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِیْنَ۔ (پارہ ۱۷، سورہ الانبیاء، آیت ۱۰۷)

ترجمہ: اور ہم نے تمہیں نہ بھیجا مگر رحمت سارے جہانوں کیلئے۔

آپ کی شان میں تَبٰرَکَ الَّذِیْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰی عَبْدِہٖ لِیَکُوْنَ لِلْعٰلَمِیْنَ نَذِیْرًا ۔ (پارہ ۱۸، سورہ الفرقان، آیت ۱) ترجمہ: ''بڑی برکت والا ہے وُہ کہ جس نے اُتارا قرآن اپنے بندے پر جو سارے جہان کو ڈر سُنانے والا ہو'' آپ کے متعلق ہے۔ وَاُرْسِلْتُ اِلَی الْخَلْقِ کَافَّۃً ۔آپ نے اپنے حلقہ رسالت کی وسعت کے لحاظ سے فرمایا۔ آپ انبیاء و مرسلین علیہم السّلام کے پیشوا ہیں' ملائکہ مقربین کے مقتدا ہیں۔ مسجدِ اقصیٰ میں شبِ معراج سب نبیوں' رسولوں (علیہم السّلام) کو نماز پڑھانا اور آسمانوں پر فرشتوں کی امامت فرمانا اسکی واضح برہان ہے آپ رسولوں' نبیوں (علیہم السّلام) میں بے مثل ہیں تو اُمتیوں میں اُن کی مثل شرعاً کون ہوسکتا ہے۔ آپ نے اپنے صحابہ کرام سے خطاب فرمایا۔ اِنَّکُمْ لَسْتُمْ مِثْلِیْ ۔ اِنِّیْ لَسْتُ مِثْلَکُمْ ۔ (بخاری جلد ا، ص ۲۶۳) لَسْتُ کَاَحَدٍ مِّنْکُمْ (بخاری جلد ا، ص ۲۴۶)۔ اَیُّکُمْ مِثْلِیْ ۔ (بخاری، مسلم، مشکٰوۃ کتاب الصّوم) یعنی بے شک تم میری مثل نہیں۔ بے شک میں تمہاری مثل نہیں۔ میں تمہارے کسی جیسا نہیں۔ میں تم میں سے کسی ایک جیسا نہیں۔ تم میں سے کون میری مثل ہے۔ یعنی کوئی نہیں اور قرآنِ پاک میں جو فرمایا ہے قُلْ اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُکُمْ یُوْحٰۤی اِلَیَّ ۔ (پارہ ۱۲، سورہ الکہف، آیت ۱۱۰) تو اِس کے متعلق حضرت عبداللہ ابنِ عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ اس میں اللہ تعالٰی نے اپنے حبیبِ پاک علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کو تواضع کی تعلیم دی ہے جیسا کہ تفسیر خازن و تفسیر مظہری و تفسیر بغوی میں

بیان فرمایا۔ (تفسیر خازن ومعالم التنزیل مصری جلد۲،ص ۱۹۳) اور یہ ظاہر ہے کہ متکلّم جب بطورِ تواضع ایک بات کہے تو اس کیلئے تواضع کمال ہے باعثِ بلندی ہے

حدیث شریف میں ہے۔

مَنْ تَوَاضَعَ لِلّٰہِ رَفَعَہُ اللّٰہُ ۔ (احیاء العلوم، جلد۳، ص ۳۶۱، مجمع الزوائد جلد۸، ص۸۲، مسلم کتاب البر والصلۃ والادب باب استحباب العفو والتواضع)

اللہ تعالیٰ کیلئے جو تواضع کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو بلندی عطا فرماتا ہے۔

اور متکلّم جو کلام بطورِ تواضع کرتا ہے اس کلام کو متکلّم کے لئے اگر کوئی دُوسرا کہے تو اُس میں بے ادبی ہوتی ہے۔ جو لوگ اس آیت کو پڑھ کر یہ بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی اللہ ہماری مثل ہیں وہ صریح غلطی پر ہیں اور آدابِ شرع سے ناواقف ہیں۔ یہ جاننا بھی ضروری ہے کہ آپ نوعِ انسان سے ہیں نوعِ بشر سے ہیں' آپ فرشتہ کی نوع سے نہیں ہیں' آپ نوعِ جن سے نہیں بلکہ نوعِ انسان سے ہیں لیکن اللہ تعالیٰ کی ساری مخلوق میں سے ایک بھی آپ جیسا نہیں ہے۔ موافق' مخالف سب جانتے ہیں' مانتے ہیں کہ ہر عہدہ دار اپنے عہدہ کے لائق دُنیا میں اپنے حلقہ میں ہے لہٰذا اللہ تعالیٰ کے فضل سے آپ ساری خدائی میں اپنی شان کے لائق مختار ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو عالم میں تصرّف کی قُدرت عطا فرمائی ہے۔ لہٰذا جو شخص یہ کہے کہ آپ کسی چیز کے مختار نہیں اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو تصرُّف کی قُدرت نہیں دی وہ شانِ رسالت سے نادان' بے ادب اور گستاخ ہے۔ ہم اہلسنّت کا یہ عقیدہ ہے کہ رسولِ پاک علیہ

الصّلوٰۃ والسّلام بشر ہیں مگر بے مثل' انسان ہیں مگر بے مثل' آدمی ہیں مگر بے مثل۔ ہم بشر ہیں نور نہیں۔ لیکن آپ بشر بھی ہیں اور نور بھی ہیں۔ ہماری حالت اَور ہے اور آپ کی شان اَور ہے۔

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے نامِ نامی کے بعد رسولُ اللہ مذکور ہے' اس نے آپ کو تمام انسانوں' بشروں' آدمیوں سے جو رسول نہیں ہیں امتیاز حاصل ہے۔ ہم بشر فقط ہیں مگر ہمارے پیارے محمد صلی اللہ علیہ وسلم فقط بشر نہیں ہیں بلکہ بشر رسول اللہ ہیں۔ چونکہ آپ بشرِ اکمل ہیں' انسان بے مثل ہیں لہٰذا تمام کمالاتِ بشری اور فضائلِ انسانی آپ میں اکمل طریقہ سے پائے جاتے ہیں' اور چونکہ آپ رسول اللہ ہیں' لہٰذا نبوّت و رسالت کے تمام کمالات و فضائل آپ میں پائے جاتے ہیں اور چونکہ آپ رسولِ اعظم ہیں لہٰذا انبیاء و مُرسلین کے کمالات و فضائل سے آپ میں زیادہ اور اعلیٰ کمالات و فضائل پائے جاتے ہیں۔

آپ بشریّت کے اعتبار سے تمام بشروں سے افضل ہیں اور بے مثل ہیں اور کمالِ رسالت کی حیثیّت سے تمام رسولوں سے افضل ہیں اور بے مثل ہیں' تو یہ بات واضح ہو گئی کہ جو بشر ہے اور رسول نہیں اُس میں رسالت کے کمالات نہیں جو بشر رسول ہے اس میں بشری کمالات بھی ہیں اور کمالات رسالت بھی ہیں۔ بشر فقط اور بشر رسول میں علم کے اعتبار سے بھی امتیاز ہے۔ فقط بشر کا علم اُن کے حال کے لائق ہے اور بشر رسول کا علم اُن کی شان کے لائق۔ بشر کو اللہ تعالیٰ نے ایسے

اسباب عطا فرمائے ہیں کہ جن سے اُس کو علم ہوتا ہے جیسے قُوّتِ باصرہ (یعنی دیکھنے کی قوّت) سے مُبصرات کا اور قُوّتِ سامعہ (یعنی سُننے کی قوّت) سے مسموعات کا اور قُوّتِ لامسہ (یعنی چھونے کی قوّت) سے ملموسات کا اور قُوّتِ ذائقہ (یعنی چکھنے کی قوّت) سے مذوقات کا اور قُوّتِ شامہ (یعنی سونگھنے کی قوت) سے مشمولات کا علم ہوتا ہے۔ اور خبرِ صادق سے مَنقُولات کا اور عقلِ سلیم سے مَعقُولات کا علم ہوتا ہے۔

اے عزیزو اور بزرگو سنو! جتنی چیزیں آپ کو دِکھائی دیتی ہیں اِن کا علم آپ کو قوّتِ باصرہ سے ہو رہا ہے۔ یہ خادمِ اہلسنّت بیان کر رہا ہے' بیان کا علم آپ کو قوت سامعہ سے ہو رہا ہے۔ پھولوں کی خوشبو کا اور گندے نالے کی بدبو کا علم قوت شامہ سے ہوتا ہے۔ لکڑی اور لوہے کی سختی کا علم اور رُوئی کی نرمی کا علم قوّت لامسہ سے ہوتا ہے۔ فلاں چیز میٹھی ہے یا کڑوی ہے' پھیکی ہے یا ترش ہے' اُس کا علم قُوّتِ ذائقہ سے ہوتا ہے۔ عقائد نسفی میں ہے۔ اَسْبَابُ الْعِلْمِ لِلْخَلْقِ ثَلَاثَةٌ اَلْحَوَاسُّ السَّلِیْمَۃُ وَالْخَبَرُ الصَّادِقُ وَالْعَقْلُ ۔ یعنی مخلوق کیلئے اسبابِ علم تین ہیں' حواسِ سلیمہ' خبرِ صادق اور عقل۔ پھر اِن عُلوم میں سب یکساں اور برابر نہیں ہیں ۔ بلکہ مختلف قویٰ کے اعتبار سے علوم میں کمی زیادتی ہے۔ مثلاً کسی کو نزدیک کی چیز دکھائی دیتی ہے اور دُور کی دکھائی نہیں دیتی ہے اور زیادہ دُور کی بالکل نہیں جیسی قوت بینائی اس کے مطابق دیکھنا۔

حضور پیروں کے پیر دستگیر محی الدین غوثِ اعظم رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے

اَنَّ بُؤْبُؤَءَ عَیْنِیْ فِی اللَّوْحِ الْمَحْفُوْظِ ۔ بے شک میری آنکھ کی پتلی لوحِ محفوظ میں ہے۔ حضرت امامِ طریقت خواجہ عزیزاں فرماتے ہیں کہ زمین گروہِ اولیاء کی نظر میں دسترخواں کی مثل ہے اور حضرت خواجہ بہاؤالدین خواجہ نقشبندی قدس سرہٗ نے فرمایا کہ زمین اولیاء کی نظر میں روئے ناخن کی مثل ہے' اور کوئی چیز اِن کی نظر سے پوشیدہ نہیں' اور سلطان الہند خواجہ غریب نواز قدس سرہٗ نے فرمایا کہ عارف کامل وہ ہے جو اپنی دو انگلی کے درمیان سارے جہان کو دیکھے اور قطب الاقطاب محکمہ ولایت کے بادشاہ حضور غوثِ اعظم رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے اللہ تعالیٰ کے سارے شہروں کو ایسا دیکھا جیسے رائی کا دانہ۔

ہر دیکھنے والا اپنی شان کے لائق دیکھتا ہے۔ حضور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نورِ نبوت سے دیکھتے ہیں' ولی نورِ ولایت سے دیکھتا ہے اور مومن نورِ ایمان سے دیکھتا ہے۔ حضور چونکہ بشرِ رسول ہیں لہٰذا یہ قوٰی آپ میں اکمل طور پر پائے جاتے ہیں۔ حدیث شریف میں ہے کہ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ''اِنَّ اللّٰہَ قَدْ رَفَعَ لِیَ الدُّنْیَا فَاَنَا اَنْظُرُ اِلَیْھَا وَاِلٰی مَا ھُوَ کَائِنٌ فِیْھَا اِلٰی یَوْمِ الْقِیَامَۃِ کَاَنَّمَا اَنْظُرُ اِلٰی کَفِّیْ ھٰذِہٖ ۔ (الخ)

بے شک اللہ عزّوجل نے میرے سامنے دُنیا اٹھائی ہے تو میں اُسے اور جو کچھ اس میں قیامت تک ہونے والا ہے۔ سب کو ایسا دیکھ رہا ہوں جیسے اپنی اس ہتھیلی کو دیکھتا ہوں۔

علامہ قسطلانی نے اس کی شرح میں فرمایا بِحَیْثُ اَحَطْتُ بِجَمِیْعِ مَا فِیْھَا ۔ یعنی میں دُنیا کو اور اس میں جو کچھ قیامت تک ہوتا ہے اس حیثیت سے دیکھ رہا ہوں کہ ساری دُنیا کا احاطہ کر لیا۔

اس حدیث سے ظاہر ہے کہ آپ ساری دنیا کے ناظر ہیں اور حاضر ہیں (علیہ الصلوٰۃ والسلام)

ہم اہلسنّت کا یہ مسلک ہے جو بیان ہوا مگر بعض کہتے ہیں کہ آپ کو دیوار کے پیچھے کا علم نہیں اور شیطان کو زمین کا علمِ محیط ہے۔ حزب الرسولؐ نبی پاک علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کے فضائلِ جلیلہ بیان کرتا ہے اور حزب الشیطانؑ شیطان سے نیازمندی کرتا ہے اور اس کے گیت گاتا ہے اور اپنے پیشوا کی تعریف کرتا ہے۔ قرآنِ پاک میں ہے ''محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم'' اور اس میں شک نہیں کہ ہمارے پیارے رسول علیہ الصّلوٰۃ والسّلام مجتبیٰ رسول ہیں۔ مُرتضیٰ رسول ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ''مَا كَانَ اللّٰهُ لِيُطْلِعَكُمْ عَلَى الْغَيْبِ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَجْتَبِىْ مِنْ رُّسُلِهٖ مَنْ يَّشَآءُ ۔ (پارہ ۴، سورہ آل عمران، آیت ۱۷۹) یعنی اللہ کی یہ شان نہیں کہ تم لوگوں کو غیب پر مُطلع کر دے ہاں اللہ اپنے رسولوں سے جسے چاہے چُن لیتا ہے۔ اور فرمایا عَالِمُ الْغَيْبِ فَلَا يُظْهِرُ عَلٰى غَيْبِهٖٓ اَحَدًا اِلَّا مَنِ ارْتَضٰى مِنْ رَّسُوْلٍ ۔ (پارہ ۲۹، سورہ الجن، آیت ۲۶، ۲۷) یعنی اللہ غیب کا جاننے والا تو اپنے خاص غیب پر کسی کو مُطلع نہیں فرماتا مگر پسندیدہ رسول کو۔

اِن دُونوں آیتوں سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے مجتبیٰ و مُرتضیٰ رسول

کو اپنے خاص غیب پر اطلاع دینے کے لئے چُن لیا۔ اس آیت سے معتزلہ ولی کے غیب جاننے کا اِنکار کرتے ہیں مگر اُن کی یہ بات غلط ہے کیونکہ اس آیت میں رسول کے اصالتاً غیب پر اِطلاع پانے کا ذکر ہے اور مُرتضٰی رسول کے وسیلہ سے ولی کے غیب جاننے کی نفی نہیں ہے۔ ولی کو غیب کا علم ہونا یہ ولی کی کرامت ہے اور ولی کی کرامت حضور رسول اللہ کی پیروی کی برکت سے ہے۔ علامہ قسطلانی نے شرح بخاری میں فرمایا ''وَالْوَلِیُّ التَّابِعُ لَهٗ یَاْخُذُ عَنْهُ''۔ یعنی رسولِ پاک کی پیروی کرنے والا ولی رسولِ پاک سے غیب لے لیتا ہے۔ تو اصالتاً غیب کی اطلاع پانا مُرتضٰی رسول کا خاصہ ہے۔ آیت پاک میں اِلَّا مَنِ ارْتَضٰی مِنْ رَّسُوْلٍ (پارہ ۲۹، سورہ الجن، آیت ۲۷) ترجمہ: سوائے اپنے پسندیدہ رسولوں کے فرمایا ہے: اِلَّا مَنِ ارْتَضٰی مِنْ بشر نہیں فرمایا جس سے معلوم ہوا کہ مُرتضٰی رسول ہونے کی حیثیت سے ہے بشر ہونے کے اعتبار سے نہیں۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ اللہ کو علمِ غیب ہے اور اگر یہ کہا جائے کہ رسول کو بھی علمِ غیب ہے تو کہتے ہیں یہ شرک ہے۔ مسلمانو! غور سے سُنو: یہ ایک مغالطہ ہے جس کا جواب سہل ہے۔ آپ یہ تو بتاؤ کہ اللہ تعالیٰ رؤف ہے، رحیم ہے، کریم ہے۔ (سامعین نے کہا ہاں بے شک ہے)

اب سُنو! اللہ تعالیٰ نے قرآنِ پاک میں اپنے رسول پاک کی شان میں فرمایا

حَرِیْصٌ عَلَیْكُمْ بِالْمُؤْمِنِیْنَ رَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ (پارہ ۱۱، سورہ التوبہ، آیت ۱۲۸)

ترجمہ: تمہاری بھلائی کے نہایت چاہنے والے مسلمانوں پر کمال مہربان مہربان۔

دیکھو اس آیت پاک میں اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کو رؤفٌ رَّحِیمٌ فرمایا: اِنَّهٗ لَقَوْلُ رَسُوْلٍ كَرِيْمٍ۔ (پارہ ۲۹، سورہ الحاقۃ، آیت ۴۰)

ترجمہ: بے شک یہ قرآن ایک کرم والے رسول سے باتیں ہیں۔

اس میں رسولِ پاک کو کریم فرمایا اور ایک آیتِ پاک میں انسان کے متعلق فرمایا فجعلناہ سمیعا بصیرا" اس سے معلوم ہوا کہ انسان سمیع وبصیر ہے۔ اس میں شک نہیں کہ اللہ تعالیٰ رؤف ہے، رحیم ہے، کریم ہے، سمیع ہے، بصیر ہے اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے حضور رسولِ پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام بھی رؤف ورحیم ہیں، کریم ہیں، سمیع ہیں، بصیر ہیں۔

مسلمانو! غور کرو کہ اللہ تعالیٰ رؤف ورحیم ہے اور رسولِ پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام بھی رؤف ورحیم ہیں مگر یہ شرک نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ سمیع وبصیر ہے اور رسول پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام بھی سمیع وبصیر ہیں مگر یہ شرک نہیں۔ اللہ تعالیٰ کریم ہے اور رسولِ پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام بھی کریم ہیں مگر یہ شرک نہیں ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کی یہ صفات عطائی نہیں ہیں اور رسولِ پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صفات عطائی ہیں، اللہ کے عطا فرمانے سے ہیں۔ یُونہی یہ کہنا کہ اللہ تعالیٰ کو علمِ غیب ہے اور رسولِ پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کو علمِ غیب ہے یہ ہرگز شرک نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ کا علمِ غیب ذاتی ہے اور آپ کا علم غیب عطائی ہے اس میں شرک کا شائبہ تک نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ کو علمِ غیب ہے اس کے یہ معنی تو نہیں ہیں کہ خدا سے جو غیب ہے اُس کو خُدا جانتا ہے۔

قرآنِ پاک میں فرمایا" عَالِمُ الْغَیْبِ وَالشَّهَادَةِ " یعنی اللہ تعالیٰ غیب و شہادت کا جاننے والا تو غیب و شہادت کی تقسیم اللہ تعالیٰ کے اعتبار سے نہیں ہے کیونکہ اس سے تو کوئی چیز پوشیدہ نہیں ہے۔ تفسیر کے پڑھنے پڑھانے والے جانتے ہیں کہ مراد یہ ہے۔ اَلْغَیْبُ عِنْدَنَا وَالشَّهَادَةُ عِنْدَنَا۔ غیب و شہادت کی تقسیم ہمارے اعتبار سے ہے نہ کہ اللہ تعالیٰ کے اعتبار سے۔ اللہ عزوجل کو غیب و شہادت کا علم ذاتی ہے اور حضور رسولِ پاک علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کو مولیٰ عزوجل نے غیب و شہادت کا علم عطا فرمایا ہے اور آپ کا علم عطائی ہے۔ (صلی اللہ علیہ وسلم)

خطبہ ہشتم

حدیثِ معراج النبی سے اقتباسات

مرتبہ: مولانا محمد حسن علی رضوی (میلسی)

محدثِ اعظم پاکستان علیہ الرحمۃ کی ایک تقریر کے چند اقتباسات

شانِ رسالت: شبِ معراج مولیٰ عزوجل نے حضور نبی اکرم رسولِ محترم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو اور آپ کی اُمت کو پچاس نمازوں کا تحفہ دیا' پچاس نمازیں فرض کیں۔ معراج کے دولہا صلی اللہ علیہ وسلم جب یہ تحفہ لے کر واپس تشریف لائے تو چھٹے آسمان پر حضرت سیدنا مُوسیٰ کلیم اللہ علیہ السَّلام سے ملاقات ہوئی۔ حضرت موسیٰ علیہ السَّلام نے فرمایا "اے پیارے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم آپ کی اُمّت پچاس نمازیں نہیں پڑھ سکے گی لہٰذا پیارے حبیب تشریف لے جایئے اور نمازیں کم کروایئے۔ ہمارے آقا ومولیٰ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے گئے۔ حضرت موسیٰ کلیم اللہ علیہ السَّلام سے پھر واپسی پر ملاقات ہوئی' پیارے سیدنا کلیم اللہ علیہ السَّلام نے پھر عرض کیا کہ پیارے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم آپ کی اُمّت ۴۵ بھی نہ پڑھ سکے گی لہٰذا پھر تشریف لے جایئے اور اپنے رب سے نمازیں اور کم کروایئے۔ ہمارے آقا ومولیٰ معراج کے دُولہا صلی اللہ علیہ وسلم پھر واپس لَوٹے اور رب کے دربار میں حاضری دی۔ رب نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقے پانچ نمازیں معاف فرمادیں باقی ۴۰ نمازیں رہ گئیں۔ حضور نبی اکرم رسولِ مُحترم صلی اللہ علیہ وسلم

تشریف لائے تو سیّدنا کلیم اللہ علیہ السَّلام نے پھر عرض کیا ’’آپ کی اُمت چالیس نمازیں بھی نہ پڑھ سکے گی‘ پھر واپس تشریف لے جایئے اور آپ کا رب آپ کے صدقہ سے اور کم کر دے گا‘‘۔ مختصر یہ کہ ہمارے آقا و مولیٰ معراج کے دُولہا ﷺ نے ۹ مرتبہ ربّ تبارک و تعالیٰ کے دربار خاص میں حاضری دی اور نمازیں کم کروائیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ مولیٰ تعالیٰ نے اپنے پیاروں کو ایسی شان عطا فرمائی ہے کہ اگر کوئی اللہ عزّ و جل کا پیارا چاہے تو ربّ تعالیٰ اپنے پیارے کی خاطر اپنے پیارے کے صدقہ سے اپنے بعض اَحکام تک بدل دیتا ہے۔ یہاں تک کہ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ نے ۹ مرتبہ اپنے ربّ سے اس کا حکم بدلوایا اور ربّ تعالیٰ نے اپنے حبیب کی خاطر اپنا حُکم بدل دیا اور حبیب نے جُو چاہا پُورا کر دیا۔ اس کے برعکس دیوبندی وہابی عقیدہ میں رسول کے چاہنے سے کچھ نہیں ہوتا۔ چنانچہ امام الوہابیہ مولوی اسماعیل دہلوی نے ’’تقویۃ الایمان‘‘ میں لکھا ہے کہ ’’رسول کے چاہنے سے کچھ نہیں ہوتا‘‘۔ (تقویۃ الایمان ص ۷۱)

اور یہ کہ ’’اللہ صاحب جو آپ چاہتا ہے دیتا ہے، ان کی خواہش کچھ نہیں چلتی‘‘۔ (تقویۃ الایمان ص ۲۳)

اللہ تعالیٰ تو اپنے رسول ﷺ کا چاہا پُورا فرماتا ہے۔ صرف آپ کے چاہنے پر ۴۵ نمازیں معاف فرما دیتا ہے، لیکن اِن لوگوں کا یہ عقیدہ ہے کہ رسول کے چاہنے سے کچھ نہیں ہوتا اور ان کی خواہش کچھ نہیں چلتی۔ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللہ۔

مسلمانو! اپنے رسولِ پاک ﷺ کی شان پہچانو اور آپ کی شان کے منکر بدعقیدہ لوگوں سے خبردار رہو اور اپنی دولتِ ایمان کو ان سے بچاؤ۔

علمِ غیب: اس موقع پر انبیاء کرام کا علمِ غیب بھی ثابت ہو رہا ہے کہ ہم پر نمازیں پچاس فرض ہوئیں اور حضور نبی اکرم رسولِ محترم ﷺ رب کا حکم لے کر ابھی زمین پر تشریف بھی نہ لائے اور سیدنا موسیٰ کلیم اللہ علیہ السّلام نے پہلے ہی فرما دیا کہ پیارے حبیب آپ کی اُمت پچاس نمازیں نہ پڑھ سکے گی اور یہ آپ نے ۹ مرتبہ فرمایا۔ جس سے معلوم ہوا کہ انبیاء کرام کو اپنے رب کا عطا فرمودہ علمِ غیب ہوتا ہے۔ جبھی تو سیدنا کلیم اللہ نے فرمایا کہ پیارے حبیب آپ کی اُمت اتنی نمازیں نہ پڑھ سکے گی اگر علمِ غیب نہ ہوتا تو ایسا نہ فرماتے۔

آج سے آٹھ سال قبل منکرینِ علمِ غیب نے یہ اعتراض کیا تھا کہ اگر حضور علیہ السّلام کو علمِ غیب تھا تو آپ نے رب کے دربار میں ۹ مرتبہ حاضری کیوں دی۔ ایک ہی دفعہ ساری نمازیں کیوں نہ معاف کرا لیں۔ معلوم ہوا حضور کو علمِ غیب نہ تھا؟ فقیر نے جواب میں کہا تھا اگر یہ بات ہمارے آقا و مولیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے علمِ غیب شریف کی نفی ہے تو پھر تمہارے بے اصولے مذہب میں تو معاذ اللہ خدا تعالیٰ کو بھی علمِ غیب نہ ہوگا کیونکہ رب کو تو علمِ غیب تھا پھر کیوں اُس نے پہلے پچاس اور پھر پانچ نمازیں فرض فرمائیں۔ کیا رب کو معلوم نہیں تھا کہ میرا حبیب نمازیں کم کرانے کیلئے نو مرتبہ حاضر ہوگا۔ حضور کا ۹ مرتبہ حاضری دینا علمِ غیب کی نفی کی بجائے

آپ کی شان کے اظہار کیلئے تھا۔

اختیار و امداد: جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ غیر اللہ کی امداد شرک ہے اور جس کا نام محمد یا علی ہے وہ کسی چیز کا مالک و مختار نہیں'۔ (تقویۃ الایمان)

وہ دیکھیں کہ ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اختیار و حضرت موسیٰ علیہ السّلام کی امداد سے کس طرح پچاس کی بجائے پانچ نمازیں رہ گئیں۔ اگر موسیٰ علیہ السّلام کی برکت و امداد نہ ہوتی اور حضرت موسیٰ کلیم اللہ نمازوں کی کمی کے متعلق نہ کہتے اور پیارے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم بارگاہِ خداوندی میں ماذون و مختار نہ ہوتے اور نمازوں میں تخفیف کیلئے بار بار تشریف نہ لے جاتے تو نمازیں پچاس کی پچاس رہتیں اور ان میں ہرگز کمی نہ ہوتی مگر چونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ماذون و مختار ہیں اور محبوبانِ خدا کی حیات و امداد برحق ہے۔ اس لئے حضرت موسیٰ علیہ السّلام کے توجہ دلانے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بار بار عرض کرنے پر اللہ تعالیٰ نے پچاس میں تخفیف کر کے پانچ نمازیں فرمادیں۔ ہم چونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اختیارات و محبوبانِ خدا کی حیات و امداد کے قائل ہیں اس لئے ہم پانچ نمازیں پڑھنے میں حق بجانب ہیں مگر جن لوگوں کا یہ عقیدہ ہے کہ غیر اللہ کی امداد شرک ہے اور جس کا نام محمد یا علی ہے وہ کسی چیز کا مختار نہیں انہیں چاہیئے کہ وہ پانچ کی بجائے پچاس نمازیں پڑھیں کیونکہ پانچ نمازوں میں حضور محمد رسول اللہ صلی

اللہ علیہ وسلم کا اختیار اور حضرت موسیٰ علیہ السّلام کی امداد شامل ہے اور پچاس کا پانچ ہونا اہلسنّت و جماعت کی تائید اور مخالفین اہلسنّت کی تردید کی ایک واضح عملی دلیل ہے اور مخالفین کا پانچ نمازوں کا قائل ہونے کے باوجود مذکورہ مسائل کا انکار کرنا انصاف و دیانت کے بالکل خلاف ہے۔

خاص انعام: حدیثِ معراج میں رسولِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا اِرشاد ہے کہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہِ خاص اور حضرت موسیٰ علیہ السّلام کے مابین بار بار آمد و رفت کے بعد جب پانچ نمازیں رہ گئیں تو ربّ تعالیٰ نے فرمایا "یَا مُحَمَّدُ اِنَّهُنَّ خَمْسُ صَلَوٰتٍ كُلَّ يَوْمٍ وَّلَيْلَةٍ لِكُلِّ صَلٰوةٍ عَشْرٌ فَذَالِكَ خَمْسُوْنَ صَلٰوةً مَنْ هَمَّ بِحَسَنَةٍ فَلَمْ يَعْمَلْهَا كُتِبَتْ لَهٗ حَسَنَةً فَاِنْ عَمِلَهَا كُتِبَتْ لَهٗ عَشْرًا وَّمَنْ هَمَّ بِسَيِّئَةٍ فَلَمْ يَعْمَلْهَا لَمْ تُكْتَبْ لَهٗ شَيْئًا فَاِنْ عَمِلَهَا كُتِبَتْ لَهٗ سَيِّئَةً وَّاحِدَةً"۔ یعنی اے پیارے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) دن رات میں یہ پانچ نمازیں ہیں اور ہر نماز دس کے برابر ہے پس یہ پانچ درجہ و ثواب کے لحاظ سے پوری پچاس ہیں۔ جس نے نیکی کا ارادہ کیا اور اس پر عمل نہ کیا اُس کیلئے بھی ایک نیکی لکھی جائے گی اور جس نے ایک نیکی کی اُس کیلئے دس نیکیاں لکھی جائیں گی اور جس نے گناہ کا خیال کیا اور اس پر عمل نہ کیا اُس کیلئے کچھ نہ لکھا جائے گا اور جس نے گناہ کا ارتکاب کیا اُس کیلئے صرف ایک گناہ لکھا جائے گا"۔

(صحیح مسلم، مشکوٰۃ باب فی المعراج، پہلی فصل)

سُبحان اللہ! حبیبِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقہ میں اِس اُمت پر اللہ تعالیٰ کا کیسا خاص انعام ہے کہ اُس نے اپنے حبیب کے عرض کرنے پر نمازیں تو پچاس کی بجائے پانچ فرمادیں لیکن ان کی ادائیگی پر پانچ کو پچاس ہی شمار فرمایا۔ ایک نیکی پر دس کا ثواب عطا فرمایا اور محض ارادہ پر بھی نیکی لکھ دی اور اس کے برعکس گناہ کے خیال پر تو کچھ لکھا ہی نہیں اور گناہ کے اِرتکاب پر بھی صرف ایک گناہ کا ایک ہی لکھا اس کو بڑھایا نہیں۔ مولیٰ تعالیٰ کا یہ سب لُطف و کرم حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل ہے۔ کارخانوں، دفتروں، ملوں اور فیکٹریوں میں کہیں بھی جا کر دیکھو مزدور جتنی مزدوری کرتا ہے اتنی ہی تنخواہ ملتی ہے، کسی کو ایسا نہ دیکھا ہوگا کہ کام پانچ دن کرے اور تنخواہ پچاس دن کی پائے۔

بے مثل بشر: جو ٹولہ ہمارے بے مثل آقا و مولیٰ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے مثل بشر بشر کہنے کا وظیفہ کرتا ہے اس ٹولہ کے مشرق و مغرب تک کے مُلاں اکٹھے ہو جائیں تو ایک نماز بھی معاف نہیں کرا سکتے۔ ایک نماز تو بڑی چیز ہے ایک رکعت بلکہ ایک رکعت کا ایک سجدہ بھی معاف نہیں کرا سکتے، پھر یہ آپ کی مثل کس طرح ہو سکتے ہیں! انہیں اپنے بے اصولے مذہب سے توبہ کرنی چاہیے۔

================

حیات شیخ الحدیث پر ایک طائرانہ نظر

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے
بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

حضرت ممدوح: کی پیدائش موضع دیال گڑھ ضلع گورداسپور ۱۳۲۱ھ مطابق سن ۱۹۰۳ء میں ہوئی۔ والد محترم کا نام چودھری میراں بخش صاحب تھا جو اپنے علاقہ کے ممتاز زمیندار اور بڑے نیک و دیانتدار آدمی تھے۔ حضرت شیخ الحدیث نے ابتدائی تعلیم اپنے گاؤں میں حاصل کی اور پھر اسلامیہ ہائی اسکول بٹالہ سے میٹرک پاس کیا۔ ازاں بعد لاہور تشریف لائے اور ایف اے کی تیاری شروع کی، لیکن چونکہ قدرت نے آپ کو انگریزی لائن کی بجائے دینی راستہ کا ایک ممتاز و عظیم و جلیل رہنما بنانا تھا اس لئے حُسنِ اتفاق سے اِنہی دنوں لاہور مرکزی انجمن حزب الاحناف کے زیرِ اہتمام ایک بہت بڑا تاریخی جلسہ منعقد ہوا جس میں دیگر علماء و مشائخ کے علاوہ شہزادۂ اعلیٰ حضرت حجۃ الاسلام مولانا شاہ حامد رضا خان صاحب علیہ الرحمۃ نے بھی شرکت فرمائی۔ حضرت شیخ الحدیث نے اپنے اس "کالجیٹ" زمانہ میں جب حضرت حجۃ الاسلام کی زیارت کی اور ان کی دست بوسی فرمائی تو زیارت بہجت امارت کا آپ پر فوری طور پر ایسا اثر ہوا کہ اس تجلیٔ دیدار کی برکت نے آپ کی کایا پلٹ دی اور دِل کی دُنیا بدل کر رکھ دی اور گیارھویں کلاس کے اس نوجوان سٹوڈنٹ کا دِل فِی الفور دُنیاداری و مغرب زدگی سے اُچاٹ ہوگیا اور اس کی

بجائے اسلامی جذبہ علمِ دین وخدمتِ اسلام نے آپ کے دل میں جگہ لے لی۔
آپ کو اپنی گذشتہ زندگی پر افسوس ہوا کہ اتنا زمانہ خواہ مخواہ انگریزی پڑھی، علمِ دین
حاصل نہ کیا اور زندگی بیکار گزار دی۔ اب اس کی تلافی کیلئے اُن (حُجۃ الاسلام) کے
ساتھ جاکر اور بریلی شریف اُن کی خدمت میں رہ کر علمِ دین حاصل کر کے خدمتِ
اسلام کا کوئی کام کرنا چاہیئے۔ چنانچہ دل میں یہ ذَوق وشَوق رَاسخ ہو جانے کے بعد
آپ حُجۃ الاسلام کے پیچھے پیچھے ہو لیے۔ اُن کا قیام حضرت شاہ محمد غوث (قدس
سرہٗ) کے آستانۂ عالیہ پر تھا چنانچہ آپ حضرت حُجۃ الاسلام کے پاس حاضر ہوئے
اور اپنی اس کیفیّت وانقلابِ قلبی کا ذِکر کر کے آپ کے ساتھ بریلی شریف جانے
اور علمِ دین حاصل کرنے کی تمنا کا اظہار کیا۔ حضرت حُجۃ الاسلام نے بڑا کرم فرمایا
اور بکمال شفقت حضرت شیخ الحدیث کی اس مبارک تمنا کو شرفِ قبولیت عطا فرمایا
اور دو دِن مزید قیام کے بعد آپ کو اپنے ساتھ بریلی شریف لے گئے۔

دِل سے جو بَات نکلتی ہے اثر رکھتی ہے
پَر نہیں طاقتِ پَرواز مگر رکھتی ہے

بریلی شریف میں حضرت حُجۃ الاسلام نے آپ کو اپنے زیرِ سایہ رکھ کر
دینی تربیت فرمائی اور منیہ شریف وقدوری تک کتابیں خُود پڑھائیں۔ بعدازیں
حضرت شیخ الحدیث آپ سے اجازت لے کر اجمیر شریف حضرت صدر الشریعہ
مولانا شاہ امجد علی صاحب مصنّف بہارِ شریعت (علیہ الرحمۃ) کی خدمت میں حاضر
ہو کر تحصیلِ علم میں مشغول رہے۔

ایک واقعہ: اجمیر شریف زمانہ طالب علمی میں آپ ایک مرتبہ گر پڑے اور سر پر بھی سخت چوٹ آئی' چنانچہ ڈاکٹروں نے مکمل آرام کا مشورہ دیا اور کتب بینی کی ممانعت کردی لیکن اِس کے باوجود آپ کی شدّتِ اشتیاق کا یہ عالم تھا کہ اپنی تکلیف کی پرواہ کیے بغیر تیمارداروں سے نظر بچا کر مطالعہ میں معروف رہتے۔ اسی محنت وذوق وشوق کی بناء پر حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمۃ کے حلقۂ درس میں آپ کی ایک ممتاز حیثیت تھی اور حضرت صدر الشریعہ کی بھی آپ پر خاص شفقت ونظرِ عنایت تھی۔ چنانچہ اجمیر شریف کی مقدس سرزمین پر اس باکمال اُستاد کی خدمت میں آٹھ سال رہ کر اس ہونہار وناموَر شاگرد نے عُلومِ دینیہ کی تکمیل فرمائی اور تحصیلِ علم سے فراغت کے بعد حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمۃ نے بریلی شریف ہی کیلئے آپ کا انتخاب فرمایا اور آپ اجمیر شریف جیسے رُوحانی مرکز سے تکمیل وفراغت کے بعد دُنیائے اسلام کے مایۂ ناز واہلسنت کے مرکزی مقام بریلی شریف میں ایک نئی شان کے بعد دُوبارہ حاضر ہوئے۔ بریلی شریف میں پہلی مرتبہ آپ کی آمد ایک مبتدی کی صُورت میں تھی اور دُوسری مرتبہ کی اس حاضری میں آپ منتہی ہوچکے تھے

بریلی شریف: میں حضرت شیخ الحدیث اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی قدس سرہٗ کے بڑے شہزادے حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا خان صاحب علیہ الرحمۃ کی زیرِ سرپرستی جامعہ رضویہ منظرِ اسلام محلہ سوداگراں میں پانچ سال اور چھوٹے شہزادے مفتیٔ اعظم مولانا شاہ مصطفٰے رضا خان صاحب دامت برکاتہم العالیہ کے زیرِ اہتمام

جامعہ رضویہ مظہر اسلام مسجد بی بی جی میں گیارہ سال دینی خدمات سرانجام دیتے رہے۔ منظرِ اسلام میں آپ امورِ عامہ، قاضی، صدر شرح عقائد خیالی، حمد اللہ، میبذی، مُلّا حسن، مُلّا جلال، حسامی، ہدایہ آخرین و مشکوٰۃ شریف جیسی عظیم درسی کتابیں پڑھاتے تھے اور مظہرِ اسلام میں صدر المدرسین و شیخ الحدیث جیسے بلند پایہ منصب پر فائز رہے۔ اِس دوران میں دُنیا کے گوشہ گوشہ سے تشنگانِ عُلوم بریلی جیسے عظیم الشّان مرکز میں پہنچتے اور حضرت شیخ الحدیث کے علم و فضل سے بہرہ وَر ہوتے۔ حضرت حجۃ الاسلام و مفتیٔ اعظم کی آپ پر خصوصی نوازشات کے باعث بہت سے لوگ آپ کو خاندانِ رضویت ہی کا ایک فرد سمجھتے۔ قیامِ بریلی کے دَوران ہی آپ حضرت مفتیٔ اعظم مدظلہ العالی کی معیّت میں حج و زیارت سے بھی مشرف ہوئے اور ۱۳۶۲ھ میں حضرت حجۃ الاسلام علیہ الرحمۃ کی نمازِ جنازہ پڑھانے کی سعادت بھی آپ ہی کے حصّے آئی۔ بریلی شریف میں ایک مرتبہ ہندو مُسلم فسادات کے دَوران حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمۃ کے شہید ہو جانے کی افواہ پھیل گئی جِس سے ہندوستان کی دُنیائے سُنیّت میں انتہائی صَدمہ محسوس کیا گیا اور جگہ جگہ آپ کے ایصالِ ثواب کیلئے مجالس منعقد ہوئیں لیکن چُونکہ قُدرت کو ابھی آپ سے دینی خدمات کے سلسلہ میں بہت بھاری کام لینا مقصود تھا اس لئے وہ افواہ غلط ثابت ہوئی جس سے اہلسنّت میں فرحت و مسرّت کی لہر دوڑ گئی اور اس خُوشی میں مجالس تہنیت کا انعقاد ہوا۔ ۱۳۵۴ھ میں بریلی میں مولوی منظور سنبھلی دیوبندی سے آپ

کا ایک فیصلہ کُن تاریخی مناظرہ ہوا جس میں آپ کو زبردست فتح و کامیابی ہوئی۔ اس مناظرہ کی کامیابی کا عظیم الشان جشنِ فتح منایا گیا اور اس خوشی میں حضرت شیخ الحدیث کو تاج الفتح پہنایا گیا۔

پاکستان میں تشریف آوری: ۱۹۴۷ء میں تقسیم ملک کے وقت آپ چھٹیاں گزارنے کے سلسلہ میں دیال گڑھ اپنے دولت کدہ تشریف فرما تھے کہ تقسیمِ ملک کے سلسلہ میں فسادات شروع ہو گئے اُدھر چونکہ سرزمینِ پاکستان کو آپ کے وجودِ مسعود کی ضرورت تھی اور بریلی شریف میں سردار احمد کی صورت میں آفتابِ علم و فضل کی ضیا پاشیوں کے بعد سرزمین پاکستان میں لائلپور کو مرکز بنا کر دینِ پاک کا ڈنکا بجانا اور مذہبِ حق اہلسنّت و جماعت کا چرچا فرمانا مقدر ہو چکا تھا اس لئے آپ دیال گڑھ ضلع گورداسپور (ہندوستان) سے ہجرت فرما کر بفضلہٖ تعالیٰ مع اہل وعیال بخیریت وحفاظت پاکستان تشریف لائے اور کچھ عرصہ عارضی طور پر ساروکی ضلع گوجرانوالہ میں قیام فرمایا اور اس بستی کو اپنے فیوض و برکات سے نوازا۔ اس دوران میں پاکستان کے اکابر علماء ومشائخ اور کراچی کے رؤسا نے آپ کو اپنے اپنے ہاں ٹھہرانے اور سلسلۂ تدریس جاری کرنے کی پیشکش کی لیکن آپ کی نظرِ انتخاب لائلپور کی "خشک اور سنگلاخ" زمین پر پڑی اور آپ نے ۱۳۶۸ھ میں اس شہر میں مستقل طور پر جلوہ افروز ہو کر بے سروسامانی کے عالم میں انتہائی مخالفانہ اجنبی ماحول میں دینی، تعلیمی خدمات کا سلسلہ شروع فرما کر سنّیت ورضویت وقادریت کا

جھنڈا نصب فرمایا اور مخلوقِ خدا کو دعوتِ عام دی کہ آؤ

احمد رضا کے فیض کا دَر ہے کھلا ہُوا

ہے قادری فقیروں کا جھنڈا گڑھا ہُوا

چنانچہ آپ کی شبانہ رُوز انتھک کوشش و محنت اور خلوص و برکت سے چند ہی دنوں میں لائلپور کی سرزمین عشق و محبوبیتِ مُصطفےٰ علیہ التحیۃ والثناء سے معمور و آباد ہو گئی۔ چوکوں چوکوں، گلیوں گلیوں، بازاروں میں ذِکرِ میلاد و نعرہ ہائے تکبیر و رسالت گونجنے لگے۔ تھوڑے ہی عرصہ میں لائلپور کی شُہرت دُور دُور تک پھیل گئی اور لائل پُور اہلسنّت وجماعت کا ایک مایۂ ناز مرکز، مضبوط قلعہ اور مرجعِ خواص وعوام بن گیا۔

۱۲ ربیع الاوّل شریف: ۱۳۶۹ھ کو بعد نمازِ عصر آپ نے جامعہ رضویہ مظہر اسلام کی حسین و شاندار عمارت کی بنیاد رکھی اور دُعاء خیر و برکت فرمائی۔ جامعہ رضویہ کے ساتھ ہی شاہی مسجد کی تعمیر کا سلسلہ بھی شروع ہو گیا اور اس کی دُوسری طرف سُنّی رضوی جامع مسجد کیلئے کوششیں شروع ہو گئیں چنانچہ اس وقت بفضلہٖ تعالیٰ یہ تینوں عمارتیں انتہائی شان وشوکت کے ساتھ موجود ہیں اور حضرت شیخ الحدیث کی خُداداد ہمت وجُرأت، فیض و برکت اور خلوص و کوشش کی شہادت دے رہی ہیں۔

اس بے مثال اور زبردست و وسیع کام اور شبانہ رُوز جدّو جُہد کا آپ کی صحت پر بڑا اثر پڑا۔ پہلے تو آپ نے چنداں پرواہ نہ کی لیکن بعد میں صحت زیادہ بگڑ گئی اور طبیعت زیادہ کمزور ہوتی چلی گئی۔ آخر میں احباب کراچی کے اصرار پر آپ

اکتوبر میں بسلسلہ علاج وتبدیلی آب وہوا کراچی تشریف لے گئے جہاں یکم شعبان المعظم ۱۳۸۲ھ مطابق ۲۹ دسمبر جمعہ، ہفتہ کی درمیانی رات میں ایک بج کر چالیس منٹ پر ۵۹ سال کی عمر میں آپ اس دُنیائے فانی سے رحلت فرماگئے۔

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن

صبح کراچی کے احباب نے وہاں نمازِ جنازہ کی ادائیگی کے بعد ۲ بجے شاہین ایکسپریس پر آپ کے جنازہ شریف کو لائلپور روانہ کیا اور آخری مرتبہ اپنے محبوب دینی رہنما کو الوداع کہا' جنازہ کے ہمراہ کراچی کے بکثرت عُلماء واحباب لائلپور روانہ ہوئے۔ راستہ میں ہر اسٹیشن پر عقیدت مندوں نے جنازہ شریف کا استقبال کیا۔ ۲ شعبان بروز اتوار ساڑھے نو بجے شاہین ایکسپریس لائلپور ریلوے اسٹیشن پر پہنچی جہاں استقبال کیلئے عُلماء وعوام کا ایک زبردست ہجوم تھا۔ وہاں سے جنازہ مبارکہ آپ کے دولت کدہ پر پہنچایا گیا اور اہلِ خانہ کے آخری مرتبہ زیارت سے مشرف ہونے کے بعد لائلپور کے وسیع وعریض میدان' دھوبی گھاٹ میں سوا دو بجے بعد نمازِ ظہر آپ کے جنازہ کی نماز ادا کی گئی جس میں کراچی سے پشاور تک کے لاکھوں اہلسنّت عوام اور عُلماء ومشائخ نے شرکت فرمائی۔ نمازِ جنازہ کے فرائض مولانا عبدالقادر صاحب احمد آبادی ناظم جامعہ رضویہ لائلپور نے سرانجام دیئے۔

نمازِ جنازہ کی ادائیگی کے بعد جنازہ مُبارکہ سُنّی رضوی جامع مسجد گول باغ میں لایا گیا جہاں مشتاقانِ دید کیلئے حضرت شیخ الحدیث کی آخری مرتبہ

زیارت کا اہتمام کیا گیا لیکن کثرتِ ہجوم کے باعث بہت کم حضرات زیارتِ اقدس سے مشرّف ہو سکے اور لاکھوں حضرات کی حسرتِ دیدار اُن کے دل ہی میں رہ گئی۔ بعد ازیں سات بجے شام آپ کو سُنّی رضوی جامع مسجد اور نئے دار الحدیث کے وسط میں اپنی آخری آرام گاہ میں پہنچایا گیا۔ آپ امام المناظرین وسیّد المدرسین اور چوٹی کے عالم و فاضل ہونے کے ساتھ صاحبِ سجادہ و شیخِ طریقت بھی تھے اور آپ کا سلسلہ طریقت چشتیہ قادریہ تھا۔ سلسلہ چشتیہ میں آپ حضرت مولانا شاہ سراج الحق صاحب گورداسپوری رحمۃ اللہ علیہ سے مشرف بہ خلافت تھے اور سلسلہ قادریہ میں حُجۃ الاسلام مولانا شاہ حامد رضا خان صاحب بریلوی علیہ الرحمۃ کے خلیفۂ مجاز تھے۔ جہاں بسلسلہ دَرس و تدریس مُختلف ممالک میں آپ کے بکثرت مایۂ ناز و نامور تلامذہ ہیں وہاں بسلسلۂ طریقت بکثرت مقامات پر ہزاروں کی تعداد میں آپ کے مُریدین ہیں۔

==========

کوہِ استقلال و پیکرِ استقامت

محدّث اعظم پاکستان، شیخ الحدیث مولانا محمد سردار احمد صاحب علیہ الرحمۃ

محدّث اعظم پاکستان شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد سردار احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو رب تعالیٰ نے جہاں اور بہت سی خوبیوں سے نواز تھا وہاں آپ میں استقامت و استقلال اور ہمت و شجاعت بھی بدرجۂ اتم پائی جاتی تھی۔ آپ اپنے عقیدہ و مسلک کے معاملہ میں لچک اور دورنگی کے قائل نہیں تھے۔ جس بات کو آپ حق سمجھتے اس پر ڈٹ جاتے اور جب بھی موقع آتا باطل اور خلافِ عقیدہ و مسلک معاملہ کے مقابلہ میں سینہ سپر ہو جاتے تھے۔ حضرت صاحبزادہ فیض الحسن صاحب کے بقول جب عمومی اخلاق کے ظہور کا وقت ہوتا تو وہ برگِ گُل سے بھی نرم تر تھے لیکن جب عقائدِ حق کے تحفظ کا معاملہ آتا تو کوہِ وقار تھے"۔ آپ خود بارہا فرماتے تھے کہ "میں رہتا "گول باغ" میں ہوں لیکن میرا عقیدہ "گول مول" نہیں ہے

مسئلہ ہلال: دینی تصریحات اور اکابر علماء کے متفقہ فیصلہ کے مطابق آپ کے نزدیک ہلالِ عید و رمضان کے سلسلہ میں محض ریڈیو کی خبر اور اس پر اعتماد شرعاً جائز نہیں تھا۔ چنانچہ بارہا ایسا ہوا کہ اِدھر مقامی طور پر ماہِ رمضان و عیدِ سعید کا چاند نظر آیا اور نہ شرعی شہادت حاصل ہوئی اور اُدھر ریڈیو سے ہلالِ عید و رمضان کی خبر نشر ہو گئی لیکن حکام کے رویہ و عوام کے رجحان اور مخالفین کے پراپیگنڈا اور دباؤ کے باوجود آپ مسئلہ حق پر قائم رہے اور یہی اعلان فرماتے رہے کہ بسلسلہ ہلال ریڈیو کی خبر

شرعی معیار پر پوری نہیں اُترتی' ثبوتِ ہلال کیلئے یہ رویت وشہادت درکار ہے۔اگر
کسی نے چاند دیکھا ہے یا کہیں سے شہادت موصول ہوئی ہے تو بے شک روزہ رکھو
اور عید کرو ورنہ ثبوتِ شرعی کے بغیر دینی معاملہ میں مداخلت وسینہ زوری سے باز رہو
۔اس سلسلہ میں آپ نے کبھی کسی مصلحت و رُورعایت کا مظاہرہ نہیں کیا۔اگر
رویت ہوئی یا شہادت مِل گئی تو فَبِہا ورنہ بِلا خوف لَومتِہ لائم ریڈیو کی خبر کے برعکس
ہمیشہ آپ نے مسئلہ شرعی پر عمل کیا۔اس سلسلہ میں اگرچہ آپ کو اُمراء کی ناراضگی،
مخالفین کی شرانگیزی، مقدمہ بازی وشدید پراپیگنڈا سے دوچار ہونا پڑا لیکن ہمیشہ
حق کی فتح اور آپ کی کامیابی ہوتی رہی اور عوام کا جمِ غفیر آپ کے دامن سے وابستہ
رہا اور لوگ آپ کی استقامت پر قربان ہوتے رہے۔

ظفر اللہ کی ملاقات: قیامِ فیصل آباد کے ابتدائی سالوں میں مخالفین نے آپ
کی بڑھتی ہوئی کامیابی ومقبولیت اور اہلسنت وجماعت کی حقانیت کا مظاہرہ دیکھ کر
بزعمِ خویش آپ کا مقام لوگوں کی نظروں سے گرانے کیلئے ۸۲ء میں گوبلز کے نقشِ
قدم پر چلتے ہوئے ایک سوچی سمجھی سکیم کے مطابق یہ بے پَر کی خبر اُڑائی کہ معاذ اللہ
''مولانا محمد سردار احمد نے ظفر اللہ قادیانی سے ملاقات کی ہے اور آپ دَر پردہ
مرزائیت نواز ہیں''۔

اس محض بے بنیاد و مَنگھڑت جھوٹی خبر کو مخالفین نے بعض اخبارات و پوسٹر
اور جلسہ وجلوس کے ذریعہ خُوب زور وشور سے پھیلایا اور حضرت شیخ الحدیث کے

خلاف دل کھول کر پراپیگنڈا کیا لیکن اس مخالفانہ پراپیگنڈا کی آندھی کے باوجود آپ کے استقلال واستقامت میں ذرہ بھر کمی وقدموں میں قطعاً لغزش نہ ہوئی اور آپ اس شدید ترین مکدر فضاء میں بیانگِ دہل اس حقیقت کا اظہار فرماتے رہے کہ کسی منکرِ اسلام بدعقیدہ و بدمذہب سے میل ملاپ میرے طریقہ کے خلاف ہے اور یہ اُنہی لوگوں کا شیوہ ہے جو مجھ پہ بہتان باندھ رہے ہیں اور اُنہی کے اکابر مولوی حسین احمد مدنی وابوالکلام آزاد وغیرہ گاندھی ونہرو جیسے کافروں کے حلقۂ ارادت میں شامل تھے۔ جو شخص یہ کہتا ہے کہ میں نے ظفر اللہ سے ملاقات کی وہ افتراء کرتا ہے اور سراسر جھوٹ بولتا ہے۔ جن لوگوں نے اپنے جلسہ وغیرہ میں اس جھوٹ کی اشاعت کی ہے، وہ یاد رکھیں کہ دروغ کو فروغ نہیں ہے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ ہمیں سچائی کی توفیق عطا فرمائے اور جھوٹوں کے شر اور فتنہ سے محفوظ فرمائے"۔

بالآخر اس ہنگامہ میں ڈپٹی کمشنر فیصل آباد نے ۲۸ مئی ۱۹۵۲ء کو معززینِ شہر و اکابرینِ لیگ کے ایک اجتماع میں یہ اعلان کیا کہ" جہاں تک میری سرکاری وغیر سرکاری اطلاعات کا تعلق ہے میں واشگاف الفاظ میں بتانا چاہتا ہوں کہ مولانا محمد سردار احمد صاحب نے وزیر خارجہ ظفر اللہ خان کے قیام لائلپور کے دَوران میں اُن سے ملاقات نہیں کی"۔ (روزنامہ عوام و روزنامہ اعلان لائلپور ۲۹ مئی ۵۲ء)

آپ کے انتقالِ پُر ملال پر روزنامہ غریب لائلپور نے اس واقعہ کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ" آپ کی کامیابی وکامرانی دیکھتے ہوئے بعض لوگوں کے

دلوں میں بُغض وحسد کی آگ بھڑک اٹھی آپ کے خلاف طرح طرح کی خوفناک سازشیں کی گئیں، آپ کے خلاف انتہائی گمراہ کن پراپیگنڈا کیا گیا، ظفر اللہ خان قادیانی سے آپ کی ملاقات کی گمراہ کُن جھوٹی خبر اڑائی گئی مگر آپ نے یہ سب کچھ صبر و تحمّل کے ساتھ برداشت فرمایا اور آہستہ آہستہ آپ کی صداقت دُنیا پر ظاہر ہوتی چلی گئی"۔ (روزنامہ غریب لائلپور ۳ جنوری ۱۹۶۳ء)

تحریکِ ختمِ نبوّت: تحریکِ ختمِ نبوّت کے دوران بھی آپ پر سخت اِبتلاء و آزمائش کا وقت آیا لیکن آپ نہایت مضبوطی کے ساتھ اپنے حق مسلک و صحیح مُوقف پر ڈٹے رہے۔ اس تحریک میں اگرچہ مختلف مکاتبِ فکر کے حضرات شریک تھے لیکن چونکہ اس تحریک میں بعض ایسے لوگ بھی تھے جو نظریۂ پاکستان کے مخالف تھے اور قیامِ پاکستان کی شدید دشمنی کا مظاہرہ کر چکے تھے اور اُن کے خلوص پر بجا طور پر شُبہ تھا۔ علاوہ ازیں اُن کے عقائد قادیانیوں کی طرح بجائے خود خطرناک تھے نیز تحریک جو انداز و طریقہ کار اختیار کر رہی تھی اس کے نتائج بھی آپ کی چشم حق بین سے پوشیدہ نہیں تھے اس لئے ان وجوہ کی بناء پر آپ نے عملی طور پر تحریک میں شمولیت نہ فرمائی اور تحریک سے باہر رہ کر اپنے مسلک کے مطابق مرزائیوں اور دیگر مخالفینِ اہلسنّت کا ڈٹ کر رد فرماتے رہے۔ مخالفین نے اس موقع کو بھی اپنے لئے غنیمت جانا اور شدید ترین جارحانہ پراپیگنڈا کے بل بوتے پر آپ کو نیچا دکھانے کیلئے ایڑی چوٹی کا زور لگایا۔ جامعہ رضویہ کو نذرِ آتش کر دینے کا پروگرام

بنایا لیکن اس کے باوجود اس مردِ حق آگاہ کے مسلک و موقف میں قطعاً جنبش نہیں ہوئی' آپ کے قدم بالکل نہیں ڈگمگائے اور اس ہوشربا ہنگامہ میں آپ ایسے پہاڑ کی طرح اپنے مقام پر قائم رہے جسے کوئی آندھی' سیلاب اور زلزلہ اپنے مقام سے نہیں ہٹا سکتا۔ آخر اس مردِ مجاہد کی استقامت ہی غالب آئی۔ مخالفانہ شورش و مخالفت کے بادل چھٹ گئے اور جب تحریک کے بعض لیڈروں کے رازہائے اندرونی اور پسِ منظر سامنے آیا تو لوگ اس اعتراف پر مجبور ہو گئے کہ واقعی شیخ الحدیث نے ان حالات میں تحریک میں شامل نہ ہو کر اپنی شخصیت و اپنے مذہب کے تقدّس و وقار کو بچالیا ہے اور آپ کا کردار قوم کیلئے روشنی کا مینار ثابت ہوا ہے۔

حرمِ مکّہ کا واقعہ: ۱۹۵۶ء میں جب آپ دُوسری مرتبہ حرمین طیبین کی حاضری کیلئے روانہ ہوئے' مخالفین کو آپ کی روانگی کا علم ہُوا تو انہوں نے وہاں پر آپ کو تنگ کرنے کیلئے یہیں سے منصوبہ تیار کر لیا۔ چونکہ حرمین طیبین میں آپ اپنی نماز باجماعت الگ ادا فرماتے تھے اور مخالفین کو آپ کے ساتھ خاص طور پر پُرخاش تھی اس لئے انہوں نے اس کی آڑ لے کر وہاں بھی آپکے خلاف پراپیگنڈا شروع کر دیا اور سعودی حکّام کو آپ کے خلاف بھڑکا کر آپ کو گرفتار کرانے کا پروگرام بنایا اور اپنی اس متوقع صورتحال کے پیشِ نظر پاکستان میں بھی یہ خبر بھجوادی کہ مولانا سردار احمد صاحب پر مقدمہ چلا کر انہیں گرفتار کر لیا گیا ہے۔ اس طرح مخالفین نے پاکستان و سعودی عرب دونوں جگہ آپ کے خلاف دِل کی بھڑاس نکالنے کی کوشش

کی۔ مکہ مکرمہ میں وہاں کے قاضی نے اس پراپیگنڈا اور آپ کے خلاف رپورٹوں کی بناء پر حضرت شیخ الحدیث کے معلّم کو کہلا بھیجا کہ مولانا کو ساتھ لے کر میرے پاس تشریف لائیں۔ چنانچہ معلّم صاحب جب آپ کو ساتھ لے کر قاضی کے پاس روانہ ہوئے تو ہندو پاکستان کے اور بھی بہت سے احباب آپ کے ساتھ ہو لئے۔ جب آپ قاضی صاحب کے دفتر میں پہنچے تو وہ آپ کی باوقار شخصیت و بارُعب چہرہ دیکھ کر اپنے پاس بیٹھے ہوئے مخالفین سمیت آپ کی تعظیم کیلئے کھڑے ہو گئے اور عوام کو اپنے دفتر میں بٹھا کر دو چار آدمیوں کو ساتھ لیکر حضرت شیخ الحدیث کو ایک الگ کمرہ میں لے گئے اور آپ کو نہایت اعزاز کے ساتھ بٹھا کر نماز الگ پڑھنے کی وجہ دریافت کی۔ آپ نے فرمایا "ایک وجہ تو یہ ہے کہ جس وقت آپ لوگ نماز پڑھتے ہیں اس وقت ہمارے حنفی مذہب کے مطابق عموماً نماز کا وقت نہیں ہوتا۔ دُوسری وجہ یہ ہے کہ نماز لاؤڈ اسپیکر پر پڑھائی جاتی ہے اور یہ شرعاً جائز نہیں ہے۔ تیسری وجہ یہ ہے کہ ہمارے اور آپ کے عقائد میں اختلاف ہے۔ ہم رسولِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو پُکارتے' آپ سے اِستغاثہ کرتے اور مدد طلب کرتے ہیں اور آپ اِس کی بناء پر ہمیں مُشرک قرار دیتے ہیں۔

اِس پر نجدی سعودی قاضی صاحب اور حضرت شیخ الحدیث کے درمیان حسب ذیل بحث ہوئی۔

قاضی: واقعی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پُکارنا اور آپ سے اِستغاثہ و مدد طلب کرنا صحیح نہیں ہے۔

شیخ الحدیث: (چند احادیث پڑھ کر) ان احادیث سے صحابہ کرام (رضی اللہ عنہم) کا حضور ﷺ سے اِستغاثہ و مدد طلب کرنا ثابت ہے۔

قاضی: جس وقت صحابہ نے حضور ﷺ سے مدد طلب کی تھی اس وقت آپ زِندہ تھے اور اب چونکہ آپ زِندہ نہیں ہیں اس لئے آپ کو پکارنا اور آپ سے اِستغاثہ و مدد طلب کرنا شرک ہے

شیخ الحدیث: آپ کا یہ کہنا کہ حضور ﷺ زندہ نہیں ہیں تصریحاتِ احادیث کے خلاف ہے۔ رسول اللہ ﷺ جس طرح پہلے زندہ تھے اب بھی اسی طرح زندہ ہیں۔ حدیث شریف میں ہے اِنَّ اللّٰہَ حَرَّمَ عَلَی الْاَرْضِ اَنْ تَاْکُلَ اَجْسَادَ الْاَنْبِیَآءِ فَنَبِیُّ اللّٰہِ حَیٌّ یُّرْزَقُ ۔ (رواہ ابن ماجہ) یعنی رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ''بے شک اللہ تعالیٰ نے زمین پر انبیاء کے اجسام کھانا حرام فرمادیا ہے پس اللہ کا نبی (بعد انتقال بھی) زندہ ہوتا ہے''۔ اس حدیث کو ابن ماجہ نے روایت کیا۔

(مشکوٰۃ شریف کتابُ الصّلوٰۃ بابُ الجُمُعَۃِ ص ۱۲۱)

قاضی صاحب اس پر لاجواب ہو گئے اور اُنہوں نے یہ کہہ کر آپ کو رُخصت کیا کہ اگر آپ اپنی نماز الگ ہی پڑھنا چاہتے ہیں تو پھر اِس بات کا خیال رکھیں کہ کہیں ہنگامہ وغیرہ نہ ہو۔ آپ نے فرمایا ''ہمارا پہلے ہی ہنگامہ کرنے کا کوئی اِرادہ نہیں ہے''۔ چنانچہ جس طرح آپ عزّت و شان کے ساتھ تشریف لے گئے تھے اسی طرح آپ عزّت و کامیابی کے ساتھ واپس آئے اور مخالفین کی آرزوؤں پر

پانی پھر گیا اور پاکستان میں واپسی کے بعد یہاں کے لوگوں پر مخالفین کا جھوٹا ہونا واضح ہو گیا اور لوگوں نے سمجھ لیا کہ مولانا سردار احمد ایک کھرا سونا ہے اور کوئی خوف اور پراپیگنڈا انہیں اپنے صحیح مؤقف سے ہرگز باز نہیں رکھ سکتا"۔

روزنامہ غریب لائلپور رقمطراز ہے:

"۵۶ء میں آپ زیارتِ مدینہ منوّرہ و حاضری کعبہ معظمہ کیلئے تشریف لے گئے' آپ نے وہاں بھی حق وصداقت کا انتہائی مظاہرہ فرمایا' آپ نے غیر حکومت میں جا کر بھی حکومت کے مذہب کے خلاف اپنے مسلک ومذہب حق کا وقار بہرطور قائم رکھا۔ اس زمانے میں بھی آپ کے خلاف کئی قسم کی غلط اور بُغض و حسد آمیز افواہیں پھیلائی گئیں جن میں بعض اخبارات کا زیادہ ہاتھ تھا"۔

(روزنامہ غریب لائلپور ۳ جنوری ۶۳ء)

بدعقیدہ سے مصافحہ: سفرِ حج کی روانگی کے دوران ملتان اسٹیشن پر آپ کے عقیدہ کے مخالف ایک مولوی ولیڈر آپ کے پاس ملاقات کیلئے آئے اور انہوں نے مصافحہ کیلئے ہاتھ بڑھایا۔ آپ نے کچھ محسوس فرما کر مصافحہ کئے بغیر اُن سے پوچھا "آپ کی تعریف"؟ انہوں نے اپنا تعارف کرایا تو آپ نے فرمایا کہ اپنے عقیدہ کے مطابق جب آپ ہمیں مشرک سمجھتے ہیں تو پھر مصافحہ کا کیا مطلب؟ انہوں نے کہا "میں آپ کو ایسا نہیں سمجھتا"۔ اس پر آپ نے اُن کے مذہب کے چند عقائد بیان کئے اور وہ کھسیانے ہو کر چلے گئے۔ آپ فرمایا کرتے تھے کہ میرے

ہاتھ نے کبھی کسی بدمذہب کے ساتھ مصافحہ نہیں کیا۔

صاحبزادہ فیض الحسن صاحب سے ملاقات

قیامِ پاکستان کے ابتدائی دور میں آپ ایک مقام پر تشریف فرما تھے، اچانک وہاں پر حضرت مولانا ابوالکلام صاحبزادہ سیّد فیض الحسن صاحب بھی تشریف لے آئے لیکن چونکہ اُن دنوں صاحبزادہ صاحب کا مخالفینِ اہلسنّت کے ساتھ میل ملاپ تھا اس لئے حضرت شیخ الحدیث نے آپ سے ملاقات نہیں فرمائی بعد میں صاحبزادہ صاحب نے جب رفتہ رفتہ مخالفینِ اہلسنّت سے علیحدگی اختیار کر لی اور حضرت شیخ الحدیث کو یقین ہو گیا کہ آپ کا اب اِن لوگوں سے تعلّق نہیں رہا تو اس کے بعد آپ صاحبزادہ صاحب سے نہایت محبّت و شفقت سے پیش آئے۔ اور اہلسنّت کی تبلیغ و خدمت کے سلسلہ میں آپکی مساعی پر خوشنودی کا اظہار کیا اور ایک مرتبہ صاحبزادہ صاحب سے فرمایا ''کہ کسی کے ساتھ میری محبّت و عداوت محض حق اور رسولِ پاک علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کے تعلّق کی بناء پر ہے۔ اِس وقت میرا آپ سے ملاقات نہ کرنا بھی اسی جذبہ کے تحت تھا کہ آپ کا تعلّق و ہمنشینی اُن لوگوں کے ساتھ تھی جن کا عقیدہ عظمت و شانِ رسالت کے خلاف ہے اور مجھے آپ کو اِس بات کا احساس دلانا مقصود تھا' یہ دین آپ حضرات (سادات) ہی کے گھر سے نکلا ہے' میں تو ساداتِ کرام اور دینِ پاک کا ایک خادم ہوں''۔

حضرت صاحبزادہ صاحب نے حضرت محدّثِ اعظم پاکستان کے

چالیسواں پر جلسۂ عام میں اس واقعہ کو بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ ''ایک دفعہ ڈھاباں سنگھ میں کسی نے میری دعوت کی' وہاں حضرت شیخ الحدیث بھی موجود تھے ۔ میں خوش تھا کہ ملاقات ہوگی مگر جب میں وہاں گیا تو حضرت شیخ الحدیث نے دروازہ نہ کھولا اور ملاقات نہ کی ۔ میرے دِل میں رَنجش پیدا ہوئی کہ حضرت نے یہ مناسب نہیں کیا ۔ میں نے بھی عہد کرلیا کہ آئندہ نہ مِلوں گا ۔ تین سال کے بعد میں آلومہار سو رہا تھا کہ میرے جدِ امجد کی زیارت ہوئی' اُنہوں نے ایک دعوت میں بُلایا اور فرمایا کہ آؤ ایک عظیم شخصیت سے تعارف کراتا ہوں ۔ میرے جدِ امجد نے ایک بزرگ کی طرف اشارہ کرکے فرمایا کہ یہ بزرگ مولوی محمد سردار احمد صاحب ہیں اِن سے مِلو اور اِن کی خدمت میں جایا کرو ۔ میں اِس خواب سے اتنا متاثر ہُوا کہ میری کیفیت ہی بدل گئی ۔ اس خواب کی تعبیر یُوں ہوئی کہ حضرت مولانا محمد صادق صاحب نے ایک خاص دعوت میں ہم دونوں کو بُلایا' حضرت شیخ الحدیث نے پُرنم آنکھوں سے مجھے سینے سے لگالیا' میری دُنیا ہی بدل گئی ۔

آپ نے بتایا کہ جب میں جنازہ کیلئے لائکپور آیا تو مجھے معلوم نہیں تھا کہ جنازہ کی نماز کہاں ادا کی جائے گی لیکن جب لائکپور میں داخل ہوا تو ایک نُور کی شعاع میری رہنمائی کر رہی تھی میں اُس شعاع کی طرف بڑھتا رہا یہاں تک کہ دھوبی گھاٹ آگیا ۔

ابھی اِس راہ سے کوئی گیا ہے...... کہے دیتی ہے شوخی نقشِ پا کی

یہ آپ کی کرامت ہے کہ آپ پر تجلیات کی بارش ہو رہی تھی"۔

(روزنامہ غریب لائلپور ۶۳ء)

ایک عجیب اتفاق: یہاں پر یہ امر قابلِ ذکر ہے کہ ظاہری ملاقات سے پہلے جس طرح صاحبزادہ صاحب کو خواب میں حضرت شیخ الحدیث سے متعارف کرایا گیا اسی طرح خواب میں صاحبزادہ صاحب سے حضرت شیخ الحدیث کی ملاقات کا بھی اتفاق ہو گیا۔ چنانچہ مولانا محمد صادق صاحب کا بیان ہے کہ "وقتِ ملاقات سے کچھ روز قبل جب میں نے حضرت شیخ الحدیث سے اس سلسلہ میں عرض کی تو آپ نے فرمایا کہ ......صاجزادہ صاحب سے ہم پہلے بھی ملاقات کر چکے ہیں"۔ میں نے متعجب ہو کر عرض کیا کہ حضور وہ کہاں؟ تو آپ نے فرمایا "خواب میں" اِس کے بعد آپ نے بیان کیا کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ ایک مجلس قائم ہے جس میں میں بھی حاضر ہوں اور صاجزادہ صاحب بھی موجود ہیں اور وہاں پر صاجزادہ صاحب سے خُوب اچھی طرح ملاقات ہوئی ہے"۔

عالمِ خواب: میں ملاقاتوں کے بعد مدرسہ حنفیہ رضویہ سراج العلوم گوجرانوالہ کے سالانہ اجلاس کے موقع پر حضرت مولانا ابوداؤد محمد صادق صاحب کے ہاں دونوں حضرات کی محبّت آمیز ملاقات و پُر خلوص گُفتگو ہوئی اور دونوں حضرات کے خوابوں کی عملی تعبیر سامنے آئی۔ اس ملاپ و ملاقات کا منظر بھی عجیب پُر کیف و رقّت آمیز تھا۔ ایک طرف سے صاجزادہ صاحب بیتابانہ آگے بڑھے' دُوسری طرف سے

حضرت شیخ الحدیث جذبۂ سُنّیت سے سرشار اُٹھے اور سلام مسنُون و مرحبا اور مصافحہ و معانقہ ہوا۔ صاحبزادہ صاحب نے کہا ''افسوس کہ ہم اتنی دیر آپ کے فیوض و برکات سے محروم رہے۔ حضرت شیخ الحدیث نے فرمایا'' ہر کام کا ایک وقت ہوتا ہے اس واقعہ سے تمام اہلسنّت میں مسرّت کی لہر دَوڑ گئی اور دونوں حضرات کے درمیان آخر تک نہایت پُر خلوص تعلق و رابطہ قائم رہا۔ فالحمد للہ علیٰ ذالک

انگریزی کچہری: آپ ساری عُمر کبھی انگریزی کچہریوں میں نہیں گئے۔ مخالفین نے بارہا جُھوٹے مقدمات بنوائے اور آپ کو کچہری میں پہنچانے کیلئے پُورا زور لگایا مگر بفضلہٖ تعالیٰ کبھی آپ کو کچہری نہیں جانا پڑا۔ بعض اوقات مخالفین آپ کو کچہری بلوانے کی تگ و دَو میں مصروف ہوتے اور آپ دربار داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ میں حاضر ہو جاتے اور معاملہ رفع دفع ہو جاتا۔ ایک مرتبہ ایک فتویٰ کے سلسلہ میں ٹوبہ ٹیک سنگھ میں آپ کی طلبی ہوئی' آپ بادل نخواستہ کار پر تشریف لے جا رہے تھے اور دفع بلا کیلئے قصیدہ بُردہ شریف کا یہ شعر وردِ زبان تھا۔

هُوَ الْحَبِيْبُ الَّذِيْ تُرْجىٰ شَفَاعَتُهٗ

لِكُلِّ هَوْلٍ مِّنَ الْاَهْوَالِ مُقْتَحِمِ

وہ حبیبِ کبریا جس کی شفاعت کی اُمید ہے

یقینی وقتِ کرب و سختی و ہولِ غم

کہ عدالت نے کہہ دیا ہے کہ مولانا کا یہاں آنا ضروری نہیں ہے چنانچہ آپ حمدِ الٰہی بجالائے اور شاداں و فرحاں واپس تشریف لائے۔

اُمراء وغُرباء سے برتاؤ: آپ غایت احتیاط وتقویٰ، اپنی خُودداری اور اعزازِ علم کی بناء پر دُنیادار اُمراء وافسران کے دروازوں پر گھومنا اور اُن کے آستانوں کا طواف کرنا ناپسند فرماتے تھے حتیٰ کہ بعض اعلیٰ افسران آپ کو بلانا چاہتے لیکن آپ اِجتناب فرماتے۔ مکہ مکرمہ میں آپ کی علمی جلالت وبزرگی سے مطلع ہوکر بعض اعلیٰ افسروں نے آپ کی دعوت کرنا چاہی لیکن آپ نے اعراض فرمایا۔ اُس کے برعکس کوئی صحیح العقیدہ غریب سُنّی دعوت کی پیشکش کرتا تو جہاں تک ہوسکتا آپ قبول فرما لیتے اور اس کے معمولی وسادہ کھانے پر بھی اُس کی تحسین کرتے اور خُوشنودی کا اظہار فرماتے تاکہ اس کے دِل میں کوئی ملال نہ آئے۔

سرگودہا کی فتح: دُنیائے بدمذہبیت آپ کے نام سے کانپتی تھی۔ آپ جہاں تشریف لے جاتے مخالفین پر رُعب طاری ہوجاتا اور وہ آپ کا بیان بند کرنے کیلئے مختلف کوششیں شروع کردیتے لیکن آپ خُدا تعالیٰ کے فضل سے ہمیشہ مظفر و منصور ہوتے۔ سرگودہا کی سرزمین پر اہلسنّت وجماعت کا پہلا اجلاس منعقد ہورہا تھا جس میں حضرت علامہ صاحبزادہ خواجہ قمرالدّین صاحب اور مولانا عارفُ اللہ صاحب راولپنڈی بھی تشریف فرمارہے تھے پہلا بیان حضرت شیخ الحدیث کا تھا آپ عظمت وشانِ رسالت اور اہلسنّت کی حقانیّت پر پُرجوش بیان فرمارہے تھے کہ مخالفین نے سوچی سمجھی سازش کے تحت حملہ کردیا اور جلسہ میں ہنگامہ ہوگیا۔ تھوڑی دیر تعطّل کے بعد جلسہ پھر جاری ہوگیا اور آپ نے سلسلہ بیان شروع فرمادیا اور

مسلسل تین چار گھنٹے بیان فرماتے رہے۔ اِس کے بعد سرگودہا فتح ہوگیا۔ سرگودہا کی زمین اہلسنّت کیلئے کشادہ اور اُس کے دَروازے اہلسنّت وجماعت پر مفتوح ہوگئے اور آپ کی توجہ وبَرکت سے سرگودہا میں اہلسنّت وجماعت کا جُمعہ شروع ہوگیا۔ آپ شروع میں علماء کو اپنے خرچ پر جمعہ پڑھانے کیلئے فیصل آباد سے سرگودھا بھیجتے رہے جس کا یہ نتیجہ ہے کہ آج سرگودہا میں اہلسنّت وجماعت کی ایک عظیم طاقت ہے۔ اسی طرح اور کئی مقامات پر آپ نے اپنے خُداداد علم وفضل اور رُوحانی طاقت سے مخالفینِ اہلسنّت کے قلعوں کو فتح کرکے وہاں پر اہلسنّت وجماعت کے مراکز قائم فرمائے۔ آپ کے استِقلال واستِقامت اور ہمت وشُجاعت کے یہ چند واقعات بطورِ نمونہ اَز خروارے ہیں اُن سے آپ کی عظمت وشخصیت کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ فِی الحقیقت آپ اپنی زندگی وصحت میں اس شعر کا چلتا پھرتا نمونہ تھے۔

گو لاکھ زمانہ دُشمن ہو حالات بھی خُوش اطوار نہ ہوں
باطل سے ٹکرانے والے باطل سے ٹکراتے ہیں

=========
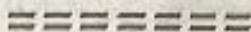
باتیں اُن کی یاد رہیں گی

؎ حیف در چشم زدن صحبت یار آخر شد
روئے گل سیر ندیدیم و بہار آخر شد

از: نائب محدثِ اعظم پاکستان علامہ مفتی ابوداؤد محمد صادق صاحب مدظلہ العالی
امیر جماعت رضائے مصطفےٰ پاکستان

اس وقت مضمون کا عنوان ہے ''باتیں اُن کی یاد رہیں گی'' کن کی باتیں؟ اُن کی باتیں جن کی باتیں سُننے والا کبھی سیر نہیں ہوتا تھا' جن کو دیکھنے والا چاہتا تھا کہ میں یہ مقدس صُورت اور پیارا چہرہ دیکھتا ہی رہوں۔ آہ! نہ اب ہم اُن کی پیاری باتیں سن سکیں گے اور نہ ہی وہ مقدس چہرہ دیکھ سکیں گے لیکن جہاں تک اُن سے سُنی ہوئی اور ذہن میں محفوظ باتوں کا تعلق ہے وہ ع...... باتیں اُن کی یاد رہیں گی' اور انہی باتوں سے اب گرمیٔ محفل اور مضامین کی سُرخی کا سامان ہوگا۔ محدثِ اعظم پاکستان شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد سردار احمد صاحب بانی جامعہ رضویہ لائلپور علیہ الرحمۃ کی ذاتِ گرامی وجلیل القدر شخصیت کے متعلق جب یہ خیال آتا ہے کہ وہ ہمیں چھوڑ کر دُنیا سے چل دیے ہیں تو دِل از حد پریشان وافسردہ ہو جاتا ہے اور جب اُن کے متعلق کچھ لکھنے کا ارادہ ہوتا ہے تو اُن کی جامع شخصیت کے پیشِ نظر کئی عنوانات آنکھوں کے سامنے پھر جاتے ہیں اور اُن کے مختلف اوصاف واخلاق' مستقل عُنوان بن کر سامنے آتے ہیں۔ ہم نے اس وقت وہ عُنوان اختیار کیا ہے جو اُن

سب کا جامع ہے اور ان کی جامع شخصیت کے عین مناسب ہے اور وہ ہے

ع ...... ''باتیں اُن کی یاد رہیں گی''

یُوں تو اُن کی باتیں بہت ہیں لیکن ان کی سب سے نمایاں بات اور تمام باتوں میں سرِ فہرست اور باقی باتوں کی محرّک و مُوجب جو بات ہے وُہ ہے۔

عشق و محبّت سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم

چنانچہ اس وقت ان کی جو سب سے نمایاں بات زبانِ زدِ خواص و عام ہے وہ یہی عشق و محبت کی داستان ہے۔ اُن کے اِس وصفِ خاص کا اظہار صرف اُن کی زبان پر ہی نہیں ہوتا تھا بلکہ یہ اُن کے دِل و دماغ اور رگ و ریشہ میں سمایا ہُوا تھا اور وُہ بلا تکلّف و تصنّع اس کے سانچے میں ڈھلے ہوئے تھے۔ خَلوت و جَلوت میں وہ سب سے زیادہ جس بات کا ذِکر فرماتے یہی عشق و مُحبّت کی بات تھی اور ذِکرِ رسول علیہ الصّلوٰۃ والسّلام اور اس کی بِناء پر دَورہ حدیث اُن کی رُوحانی غذا تھی اور یہی چیز اُن کی سب سے بڑی مسرّت و شادمانی کا سامان تھی اور یہ بات صرف دار الحدیث منبر و محراب اور جلسہ و جلوس تک محدود نہ تھی بلکہ سفر و حضر میں سب جگہ اس کا مظاہرہ ہوتا تھا وہ

جامی ثنائے یار کندا انشراح صدر
ہردم وظیفہ گفتن نام محمد است (صلی اللہ علیہ وسلم)

کا پُورا پُورا نمونہ تھے۔

دورۂ حدیث شریف: کی تو غرض و غایت اور موضوع ہی یہی تھا وُہ جس طرح

احادیث کی تشریح کرتے' سرورِ عالم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا ذِکرِ پاک وشیون وصفات کا بیان فرماتے اور درسِ حدیث کے اوّل وآخر ودرمیان میں قصیدہ بُردہ شریف وعربی واُردُو کا نعتیہ کلام جس طرح پڑھتے سُنتے اور جُھومتے تھے اور عشقِ رسول (ﷺ) میں جس طرح اُن کی آنکھوں سے داڑھی مبارک پر آنسو بہتے تھے اور حاضرین پر جو کیفیت طاری ہوتی تھی وُہ اُن کے دیکھنے والوں کو بخوبی یاد ہے اور وہی اس کیفیت کو جانتے ہیں۔ دارالحدیث کے باہر عارف جامی رحمۃ اللہ علیہ کی اس شعر کی کتابت بھی ان کے عشق ومحبت کی مظہر ہے کہ:

خوشا مسجد و مدرسہ خانقاہ ہے
کہ در وے بود قیل و قال محمد (ﷺ)

اُنہوں نے ساری عمر مسجد ومدرسہ' منبر ومحراب اور اجتماعات واجلاس کو عشق وذِکرِ رسول (ﷺ) کی بہار سے آباد ومعمور رکھا اور حُسنِ اتفاق سے اُن کے آخری مقام کا جس جگہ تعیّن ہوا ہے وہاں بھی صُبح وشام ذِکرِ پاک کا سلسلہ شروع ہے اور خانقاہ شریف کی ایک طرف سُنّی رَضوی جامع مسجد اور دُوسری طرف جامعہ رضویہ کا نیا دارالحدیث ہے اور اِن تینوں جگہوں میں اُن کی اِس رُوحانی غذا ودلی تمنّا کا پُورا پُورا سامان ہے۔

خوشا مسجد و مدرسہ و خانقاہ ہے
کہ در وے بود قیل و قال محمد (ﷺ)

کا مکمل نقشہ موجود ہے۔

طلباء پر شفقت: جس طرح آپ ہر بدمذہب وبدعقیدہ سے مُتنفر و بیزار اور باطل کے حق میں برہنہ تلوار تھے اسی طرح آپ ہر سُنّی بھائی وصحیح العقیدہ احباب کے ہمدرد وخیر خواہ تھے اور اہلسنت کیلئے آپ کے دِل میں بڑا پیار تھا۔ ایک دفعہ جامعہ رَضویہ کے سالانہ اجلاس کے موقعہ پر احباب اہلسنّت جَوق دَر جَوق حاضر ہو رہے تھے اور آپ اُن سے مِل کر بڑی خُوشی کا اظہار فرما رہے تھے اور اِرشاد فرماتے تھے "سُنّی بمنزلہ ایک چراغ کے ہے، جتنے سُنّیوں کا اجتماع ہو گا۔ اُتنے ہی چراغ زیادہ ہوں گے اور اُن کی روشنی وخیر وبرکت عام ہو گی"۔ یہ تو تھے عام اہلسنّت کیلئے جذبات لیکن جہاں تک طُلباء علمِ دین کا تعلّق ہے۔ اُن پر آپ کی مہربانی وشفقت بہت زیادہ تھی اور دینی مدارس ودینی طلباء کو دیکھ کر آپ بہت خوش ہوتے تھے اور جو رَجتنی زیادہ محنت، دینی خدمت اور مذاہب باطلہ کا ردّ کرتا آپ اُتنا ہی اُس سے خوشنودی کا اظہار فرماتے۔ بعض اوقات طُلباء کی مالی خِدمت اور اُن کی دعوت بھی کرتے اور عُلماءِ اہلسنّت کی ضروری تصانیف اُن میں تقسیم فرماتے۔ آپ کو کبھی کسی طالب علم کو جھڑکتے، گالی دیتے اور مارتے نہیں دیکھا گیا۔ آپ طُلباء سے بِالخصوص بڑے اخلاق کے ساتھ پیش آتے۔ چھوٹے چھوٹے طالب علموں کو مولوی صاحب، حافظ صاحب اور مولانا صاحب کے الفاظ سے مخاطب فرماتے اور اُن کی ڈھارس بندھاتے۔ محنت کے ساتھ علمِ دین حاصل کرنے اور خلوص کے ساتھ خدمتِ دین کی تلقین اور مذہبِ حق اہلسنّت پر مضبوطی سے قائم رہنے اور باطل کے مقابلہ میں ڈٹے رہنے کی نصیحت فرماتے اور طُلباء میں آپ کی اِن نصیحت آمیز شفقت بھری

باتوں سے خُود بخود علم دین کے حصول کا شوق اور خدمتِ دین کا جذبہ بیدار ہو جاتا۔ آپ کی گفتگو و زیارت سے کئی دُنیا دار دِیندار بَن جاتے اور دُنیوی تعلیم و کاروبار چھوڑ کر علمِ دین و خدمتِ اسلام کو نصب العین بنا لیتے۔ آپ نے اپنے کئی طلباء کو علم پڑھانے کے علاوہ انہیں مکہ مکرمہ و مدینہ منورہ میں حاضری کی سہولت بہم پہنچائی اور اُن کی شادی و نکاح کا اہتمام فرمایا۔ خُود اِس راقم الحروف پر بڑی شفقت و نوازش فرماتے۔ حج و زیارت کی سعادت سے مشرّف ہونے کے موقع پر آپ نے بڑی حوصلہ افزائی فرمائی۔ روانگی سے قبل شاہی مسجد میں تقریر کرائی اور آپ خُود اور دیگر احباب سے امداد دلوائی اور جب فقیر مع والدہ و ہمشیرہ حج و زیارت کی سعادت کے حصول کے بعد واپس ہُوا تو لاہور ریلوے اسٹیشن پر آپ کو استقبال کیلئے موجود پایا۔ پھر آپ نے فیصل آباد بُلوایا' شاہی مسجد میں تقریر کرائی اور حرمین طیبین کی حاضری کے واقعات سُن کر بڑی مسرّت کا اظہار فرمایا۔ بعد ازاں جب کچھ عرصہ بعد آپ گوجرانوالہ تشریف لائے اور مسجد کے حجرہ میں نعت خوانی شروع ہوئی اور یہ نعت شریف پڑھی گئی:

عجب رَنگ پر ہے بہارِ مدینہ ...... کہ سب جنتیں ہیں نثارِ مدینہ

تو آپ نے خصوصی توجہ فرما کر اس نعت شریف میں فی البدیہہ اِن دو شعروں کا اضافہ فرمایا۔

ہوئے جب سے حاضر ہیں روضہ پر تیرے
جبھی سے ہیں صادق نثارِ مدینہ

کبھی گردِ کعبہ کبھی پیشِ روضہ
میں قربان مکہ نثار مدینہ

مختلف اوقات میں مقدمات وگرفتاری کے موقع پر بھی آپ بڑی ہمدردی وخیر خواہی فرماتے رہے اور سنّتِ نکاح کے موقع پر بھی جب فقیر نے حضرت صاحب علیہ الرحمۃ سے عرض کیا تو حسبِ معمول اَز حد مہربانی فرماتے ہوئے نکاح خوانی کیلئے سیالکوٹ ساتھ تشریف لے گئے۔ بنفسِ نفیس نکاح پڑھایا اور گوجرانوالہ واپسی کے بعد دُوسرے دن ولیمہ شریف کے بعد فیصل آباد تشریف لے گئے۔ اِتنا وقت عنایت فرمایا اور اِتنی زحمت گوارا کی۔

گوجرانوالہ کی عظیم الشان مرکزی جامع مسجد زینت المساجد میں جب امام وخطیب کی ضرورت محسوس ہوئی تو انتظامیہ کے بزرگ رُکن حاجی احمد دین صاحب مرحوم محدّثِ اعظم علیہ الرحمۃ کی خدمت میں فیصل آباد حاضر ہوئے اور امام وخطیب کیلئے عرض کیا تو حضور نے فقیر کا انتخاب کیا اور گوجرانوالہ جانے کا حکم فرمایا۔ گوجرانوالہ تقریباً وہابیت زدہ علاقہ تھا اور یہاں گنتی کی دو تین سُنّی مساجد اور دو تین سُنّی علماء تھے۔ فقیر نے زینت المساجد میں حاضر ہو کر بفضلہٖ تعالیٰ امامت وخطابت اور درسِ قرآن اور کچھ نشر واشاعت کا سلسلہ شروع کر دیا اور آپ کی دعاؤں اور نظرِ انتخاب کی برکت سے سُنّی ماحول فروغ پایا۔ کچھ عرصہ بعد جامعہ حنفیہ رضویہ سراج العلوم کا قیام اور رسالہ "رضائے مصطفٰے" ومکتبہ رضائے مصطفٰے کا بھی اجراء ہو گیا۔ سینکڑوں سُنّی علماء اور مساجد ومدارس کا بھی اضافہ ہو گیا اور سارا شہر صلوٰۃ وسلام سے

گونجنے لگا۔ فالحمدللہ علیٰ ذالک۔

دورانِ دورہ حدیث شریف: ایک مرتبہ راویانِ حدیث کی کنیتوں کا تذکرہ چھڑا اور حضرت صاحب علیہ الرحمۃ نے کنیتیں تقسیم فرمائیں تو فقیر کو "ابوداؤد" کنیت عطا ہوئی اور پھر مولیٰ تعالیٰ نے اس کی برکت سے محمد داؤد بھی عطا فرمایا اور ابوداؤد کو اسمِ بامسمیٰ بنادیا۔

کمالِ شفقت: مولانا جلال الدین قادری صاحب اپنی کتاب "محدثِ اعظم پاکستان" جلد ا، ص ۲۵۰ پر رقمطراز ہیں کہ "مولانا ابوداؤد محمد صادق گوجرانوالہ آپ کے اجلّہ تلامذہ میں سے ہیں۔ آپ کے مرید و خلیفۂ مجاز بھی ہیں۔ اُن کے نام حضور محدثِ اعظم کا ایک مکتوب ہے۔ "عزیزم محترم فاضلِ نوجوان سلمہٗ الرحمٰن۔ سلام مسنون۔ دعوات صالحہ' خیر و عافیت۔ مولیٰ تعالیٰ آپ کو مخلوق کیلئے چشمہ فیض و برکات بنائے' آمین۔ ہفتہ کے روز دعوت کاٹن ملز میں تھی تانگہ پر واپس آرہا تھا تو شجرہ میں آپ کے متعلق شعر کے اضافہ کرنے کا خیال آیا تو ذہن میں یہ آیا:

؎ زینت صدق و صفا سے کر مجھے آراستہ...... مُرشدی صادق محمد باصفا کے واسطے

آپ کے مریدین اس شعر کو پڑھیں گے۔ والسّلام والدُّعا۔

(فقیر ابوالفضل محمد سردار احمد غفرلہٗ)

شجرہ میں شعر کا اضافہ حضرت مولانا ابوداؤد محمد صادق پر کمالِ شفقت و محبت کی دلیل ہے"۔ (حوالہ مذکورہ)

دُوسرا واقعہ: ایک مرتبہ مولانا محمد عنایت اللہ خطیب سانگلہ ہل اور مولانا ابُوداؤد محمد صادق خطیب گوجرانوالہ ایک تقریر کے سلسلہ میں گرفتار کر لیئے گئے۔ یہ دونوں حضرات گوجرانوالہ جیل میں تھے۔ ضمانت کیلئے ہائی کورٹ میں اپیل دائر تھی۔ تاریخ سماعت سے ایک دن پیشتر حضرت شیخ الحدیث (قدس سرہٗ) لاہور داتا دربار حاضر ہوئے۔ دربار کی ملحقہ مسجد میں کافی دیر تک نعت خوانی ہوتی رہی۔ نعت خوانی کے بعد آپ نے نہایت پُراعتماد لہجہ میں یہ اشعار پڑھنا شروع کیئے کہ:

تمنا ہو پُوری جو فرمائیں حضرت...... کہ صادق عنایت کو چھٹی ملی ہے

تیرے صادق عنایت دَوڑے آئیں...... کرم تیرا اگر بادل ہو یا غوث

خدا تعالیٰ کی شان کہ جو تاریخ تھی اُسی دن دونوں حضرات ضمانت پر رہا ہو گئے۔ یہ حضور غوثِ پاک اور حضور داتا گنج بخش (قدس سرہما) سے استغاثہ کی برکت تھی"۔

(کتاب محدثِ اعظم پاکستان ص ۱۹۴)

اسی طرح پہلی تحریکِ ختمِ نبوت کے دَوران فقیر جب مُلتان جیل میں قید کاٹ رہا تھا تو حضور محدثِ اعظم علیہ الرحمۃ نے کمال مہربانی فرماتے ہوئے مولانا محمد بشیر رَضوی مرحوم (رڈیالہ گوجرانوالہ) کو وہاں بھیج کر جیل میں ضروریات کی اشیاء پہنچا کر دستگیری فرمائی۔

عارفوالہ: ضلع ساہیوال میں ایک مرتبہ حضرت صاحب علیہ الرحمۃ کے زیرِ سایہ فقیر ایک جلسہ میں حاضر ہوا اور آپ سے پہلے فقیر نے خطاب کیا تو حضرت صاحب

علیہ الرحمۃ نے فرمایا ''آپ کا بیان لوگوں کے دلوں میں اتر رہا تھا''۔ الحمدللہ کیسی شفقت وعنایت تھی۔ فالحمدللہ علیٰ ذالک

فقیر کے نام ایک اور مکتوب میں آقائے نعمت رقمطراز ہیں: ''مولیٰ تعالیٰ...... اعداءِ دین پر مظفر و منصور رکھے۔ بحمدہ تعالیٰ شہر گوجرانوالہ آپ نے فتح کر لیا' اب مضافات میں بھی جگہ جگہ کامیابی حاصل ہو' (آمین)۔

نیک فال ہے کہ آپ اخبار (رضائے مصطفےٰ) تیار کر رہے ہیں۔ مولیٰ عزّوجل قبولیت وفتح ونصرت عطا فرمائے' آمین۔ گوجرانوالہ وگردونواح میں آپ کی برکت سے سُنّیت کا بہت چرچا ہے۔ اہلسنت کے جتنے اجلاس گوجرانوالہ میں ہو رہے ہیں' فقیر کے خیال میں یہاں کسی شہر میں نہیں ہو رہے''۔

(فقیر ابوالفضل محمد سردار احمد غفرلہٗ)

ایک اور عزیز کے نام مکتوبِ گرامی میں فرمایا ''معلوم ہوا تھا کہ بعض عزیز و احباب عزیزم مولانا حاجی محمد صادق صاحب سلمہٗ سے بیعت ہونا چاہتے ہیں۔ فقیر نے تو اُن کو پہلے بھی اجازت دی تھی اور فقیر اب بھی اُن کو علی برکۃ اللہ وعلی برکۃ رسول صلی اللہ علیہ وسلم اجازت دیتا ہے کہ وہ ضرور بیعت کریں اور سلسلۂ عالیہ قادریہ رضویہ کی توسیع واشاعت کریں اور بحمدہٖ تعالیٰ وبطفیل حبیبہٖ علیہ الصلوٰۃ والسلام عزیزم مولانا سلمہٗ میں بیعت کرنے کی شرائط پائی جاتی ہیں۔ مولانا عالمِ باعمل ہیں' اُن کا سلسلہ حضور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے متصل ہے۔ اگر مولانا جیسے نیکوکار پرہیزگار صوفی منش عالمِ دین بیعت سے ہاتھ روکیں گے تو مذہب کو نقصانِ عظیم

پہنچے گا''۔ (فقیر ابو الفضل محمد سردار احمد غفرلہٗ)

پے دَر پے مسلسل اس نظرِ عنایت اور اِن شفقتوں اور مہربانیوں کا کہاں تک بیان کیا جائے۔ یاد رہے کہ فقیر نہ تو کسی عالمِ دین کا صاحبزادہ ہے اور نہ ہی کوئی پیرزادہ، صرف آقائے نعمت محدّث اعظم پاکستان رحمۃ اللہ علیہ کا ایک شاگرد اور خادم ہے اور جو کچھ ہے آپ کے فیضانِ صُحبت و نظرِ عنایت و اُدعیہ مُبارکہ کی برکت و دَولت ہے اور اِسی وجہ سے علمائے کرام و برادران اہلسنّت و احبابِ طریقت فقیر سے محبت فرماتے ہیں۔

صادق میں غلام شیخ الحدیث ہوں...... اک عاشقِ رسول کی صُحبت پہ نَاز ہے

آہ! ع...... اب کہاں سے لائیں گے ایسا شفیق و مہرباں

بسا اَوقات: آپ ریلوے اسٹیشن یا بَس کے اڈہ پر پہنچے اور گاڑی و بس میں کچھ تاخیر ہوئی تو آپ نے قصیدہ بُردہ شریف، نعت خوانی و ذکرِ پاک کا سلسلہ شروع کرا دیا۔ اس طرح گاڑی چل رہی ہے اور اس میں نعت شریف و ذکرِ پاک، وعظ و تقریر، مسئلہ مسائل اور مناظرہ کا سلسلہ جاری ہے اور پُورا ڈبّہ و تمام حاضرین آپ کے چہرۂ انور کی زیارت و ذِکرِ پاک سے مُستفیض ہو رہے ہیں۔ محبوبیّت کا یہ عالَم ہے کہ جہاں بیٹھتے ہیں جلسہ بن جاتا ہے۔ جِدھر سے گزرتے ہیں جلوس ساتھ ہوتا ہے۔ آپ کے چہرہ کو دیکھ کر لوگ آپ کی طرف کھنچے چلے آتے ہیں اور باتوں میں ایسی شیرینی و حلاوت اور دَرد و خلوص ہے کہ بیٹھنے والے اُٹھنے کا نام نہیں لیتے۔ بسا

اوقات منتظمین کو کھانا کھلانے' جلسہ میں لے جانے اور آرام کا موقع دینے کیلئے حاضرین سے معذرت کرنا پڑتی ہے اور انہیں اُٹھنے کیلئے گزارش کی جاتی ہے۔

یہی منظر: جنازہ مبارکہ پر تھا لوگ دھکے کھا رہے ہیں' پولیس کی مار پڑ رہی ہے لیکن ہٹنے کا نام نہیں لیتے اور چاہتے ہیں کہ جو کچھ بھی ہو ایک مرتبہ آخری جھلک دیکھ لیں' جنازہ کو کاندھا دے لیں' تابوت شریف کو ہاتھ لگا لیں غرضیکہ ایک عجیب نظارہ ہے اور سرکار اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ کی اس دُعا کا عملی جلوہ دیکھنے میں آ رہا ہے کہ

واسطہ پیارے کا ایسا ہو کہ جو سُنّی مرے
یہ نہ فرمائیں تیرے شاہد کہ وہ فاجر گیا
عرش پر دھومیں مچیں وہ مومن صالح ملا
فرش سے ماتم اُٹھے وہ طیب و طاہر گیا

آغازِ تقریر: سُننے والوں کو یاد ہوگا کہ جب آپ تقریر و وعظ کیلئے بیٹھتے تو عربی خُطبہ کے بعد انتہائی پُرسوز و عشق و محبّت میں ڈوبے ہوئے الفاظ میں حاضرین سے فرماتے۔ ''تمامی احباب نہایت ہی اِخلاص' ذوق و شوق اور اُلفت و محبّت کے ساتھ آقا و مولیٰ' مدینے کے تاجدار' احمدِ مختار' محبوبِ کبریا' سرورِ انبیاء' شہ ہر دوسرا' شبِ اسریٰ کے دُولہا' عرش کی آنکھوں کے تارے نبی پیارے ہمارے نُورِ مجسّم' شفیعِ معظّم' نبیِّ محترم' رسولِ محتشم' سرکارِ دو عالم حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دربار

عالی میں تین تین مرتبہ جھوم جھوم کر ہدیہ درود و سلام عرض کریں، پیش کریں"۔

اس کے بعد آپ خود اور تمام حاضرین مجلس درود شریف پڑھنے میں محو ہو جاتے اور صلوٰۃ و سلام کے نغمات گونج اٹھتے۔ آہ! وہ منظر آج بھی پیشِ نظر ہے یہ نورانی الفاظ اب بھی دماغوں میں گونج رہے ہیں لیکن کہنے والا نظر نہیں آتا، وہ دُنیا سے ہمیشہ کیلئے پردہ فرما چکا ہے۔

یاالٰہی! کیا کروں دِل حوصلہ پاتا نہیں
آنکھیں جس کو ڈھونڈتی ہیں وُہ نظر آتا نہیں

آپ کے اِنہی الفاظ و درود شریف کی برکت سے مجلس کا رنگ جَم جاتا' حاضرین پر رقت و کیفیت طاری ہو جاتی اور "علامہ ابوالفضل محمد سردار احمد" علم و فضل اور عشق و محبت کے موتی لُٹانے اور تقسیم فرمانے میں مصروف ہو جاتے۔ اِس کے باوجود کہ آپ ایک مانے ہوئے چوٹی کے عالم اور صحیح معنوں میں جامع معقول و منقول تھے اور اُردو زبان میں تقریر فرماتے تھے' آپ کی تقریر نہایت سادہ اور عام فہم ہوتی۔ آپ نے کبھی اپنا علم و فضل جتانے، حاضرین پر رُعب جمانے اور باریک باتیں اور دقیق نکتے بیان کرنے کی کوشش نہیں کی۔

جذبہ تبلیغ: کا یہ عالم تھا کہ ہر جلسہ میں تقریباً تقریباً مذہب حق اہلسنت و جماعت کے تمام عقائد و معمولات کا بیان فرماتے چلے جاتے تاکہ ایک عام آدمی و ہر شخص پر مذہب اہلسنت کی حقانیت آشکارا ہو جائے۔ مخالفین کے غلط شبہات کا ازالہ ہو

جائے اور ہر دل میں عشق و محبتِ مصطفےٰ علیہ التحیۃ والثناء کا چراغ رُوشن ہو جائے۔

چنانچہ آپ اپنے اس طریقہ میں خاطر خواہ طور پر کامیاب ہوتے' اہلسنت کی حقانیت حاضرینِ مجلس کے دلوں پر نقش ہو جاتی' ایک عامی آدمی کو بھی اپنے مذہب سے واقفیت ہو جاتی اور وہ اپنے عقائد پر پختہ ہو جاتا۔ عموماً جہاں بھی آپکی تقریر ہوتی عوام پر اس کا گہرا اثر ہوتا اور وہاں کی کایا پلٹ جاتی اور لوگ آپ کے علم وفضل کے معترف اور ذات شریف کے گرویدہ ہو جاتے۔ اگرچہ عام مقررین کی طرح آپ کی تقریر میں لطیفہ بازی، عامیانہ باتوں' عامیانہ انداز و پھبتیوں اور ٹھٹھا و تمسخر کا مواد نہیں ہوتا تھا اور نہ ہی شعر و شاعری کا کوئی سامان تھا لیکن اِس کے باوجود آپ کے خلوص و حقانیت اور عشق و محبت کا یہ رُعب تھا کہ سامعین پر آپ کے کلماتِ طیبات کا گہرا اثر ہوتا تھا اور لوگ آپ کی مجلس سے اپنی خالی جھولیاں بھر کر اُٹھتے تھے۔ آپ کا اندازِ بیان انتہائی باعظمت' پُروقار' مشفقانہ اور ناصحانہ ہوتا تھا اور اصلاحِ عقائد کے ساتھ آپ اصلاحِ اعمال کی بھی تلقین فرماتے تھے جیسے بعض مقررین کا طریقہ ہوتا ہے کہ وہ مجمع کی قلت و کثرت سے متاثر ہوتے ہیں "فیس" کے معاملہ و کھانے پینے کے سلسلہ میں تقاضا و تکرار کرتے اور معترض ہوتے ہیں' آپ میں اِن میں سے کوئی بات نہ تھی اور آپ اِن سب باتوں سے بری تھے' آپ کا مقصد صرف سمجھانا و تبلیغ کرنا ہوتا تھا' آدمی تھوڑے ہوں یا زیادہ اس سے آپ متاثر نہ ہوتے تھے اور مسلسل بیان فرماتے جاتے تھے اور یہ فیضانِ عشق ہی تھا کہ صرف آپ کا قال ہی عاشقانہ نہیں تھا بلکہ آپ کا حال بھی عشق و محبّت میں

رنگا ہوا تھا، یہی وجہ تھی کہ آپ صرف واعظ و مقرر اور عالم و فاضل ہی نہ تھے بلکہ ان کے ساتھ ہی نہایت متقی و پرہیز گار اور پابندِ شریعت و شیدائے سُنّت تھے اور اسی بناء پر آپ کو اپنے آقا و مولیٰ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے نیاز مندوں اور غلاموں کے ساتھ انتہائی شفقت و محبت تھی اور گستاخان شانِ رسالت و بدمذہبوں سے سخت نفرت و عداوت تھی۔ اہلسنّت سے مل کر اور سُنیوں کا اجتماع دیکھ کر آپ کو بہت مسرت ہوتی تھی۔

ایک مرتبہ جامعہ رضویہ کے سالانہ اجلاس پر احباب اہلسنت جوق در جوق حاضر ہو رہے تھے اور آپ اُن سے مل کر بڑی خوشی کا اظہار فرما رہے تھے اور ارشاد فرماتے تھے ''سُنّی بمنزلہ ایک چراغ کے ہے جتنے سُنیوں کا اجتماع ہوگا اتنی ہی روشنی اور خیر و برکت زیادہ ہوگی''۔

ایک مرتبہ کرشن نگر لاہور میں مدرسہ حامدیہ رضویہ کے افتتاح کے سلسلہ میں آپ مفتی اعجاز ولی خان صاحب کے زیرِ اہتمام منعقدہ ایک جلسے میں بعد نمازِ ظہر تقریر فرما رہے تھے، دورانِ تقریر عصر کا وقت ہو گیا' آپ نے تقریر بند فرما کر نمازِ عصر با جماعت ادا فرمائی۔ عصر کے بعد پھر بیان شروع فرما دیا جو نمازِ مغرب تک جاری رہا۔ اللہ اکبر

ایک بار ''اوّلین دار الحدیث'' میں ہم سراجی کا سبق پڑھ رہے تھے اور آپ میراث کے ایک مسئلہ پر تقریر فرما رہے تھے۔ دورانِ تقریر ایک حدیث کے سلسلہ میں حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کا نامِ اقدس آیا تو آپ حضور صلی اللہ

علیہ وسلم ہی کے فضائل بیان فرمانے لگ گئے اور جو مسئلہ شروع تھا اس سے توجہ ہٹ گئی۔ تھوڑی دیر بعد آپ کو اس کا احساس ہوا تو فرمایا مسئلہ تو میراث کا بیان ہو رہا تھا لیکن توجہ سرکار دو عالم ﷺ کی شانِ اقدس کی طرف ہو گئی۔ یہ کہنا تھا کہ آنکھوں میں آنسو آ گئے اور ہم سے فرمایا پڑھو

بود در جہاں ہر کسے راخیالے

مرا از ہمہ خوش خیال محمد (ﷺ)

چنانچہ آپ کی چشمانِ مبارک میں آنسو تیرتے رہے اور دار الحدیث عارف جامی علیہ الرحمۃ کے اس نعتیہ کلام سے گونجتا رہا۔ لائل پور میں آپ کا ابتدائی دور تھا محلہ نانک پورہ میں محفلِ میلاد شریف کا پروگرام تھا اور سردیوں کا موسم تھا' حاضرین سردی کے باعث سمٹ سمٹا کر بیٹھے تھے' نعت خوانی کے بعد آپ نے بیان فرمایا' خطبہ عربی کے بعد آیہ کریمہ وَمَآ اَرۡسَلۡنٰکَ اِلَّا رَحۡمَۃً لِّلۡعٰلَمِیۡنَ (پارہ ۱۷، سورہ الانبیاء، آیت ۱۰۷) تلاوت فرما کر ابھی اس کا ترجمہ نہیں کیا تھا کہ دیوبندی حضرات نے ایک منظم پروگرام کے تحت تینوں اطراف سے بھرپور حملہ کیا۔ ایک اینٹ سامنے کی طرف سے آئی جو مائیکروفون کو لگ کر رُک گئی اور آپ بال بال بچ گئے۔ اسی طرح دائیں طرف اور پچھلی طرف کا حملہ بھی ذکرِ رسولِ پاک علیہ التحیۃ والسلام کی برکت سے ناکام ہو گیا لیکن دفعۃً اس شورش کے باعث مجمع جب کھڑا ہوا تو آپ کو اسٹیج پر تشریف فرما نہ دیکھ کر احباب بہت مضطرب ہوئے اور آپ کی تلاش میں اِدھر اُدھر دوڑنے لگے کہ اچانک آپ ایک طرف سے نمودار ہوئے اور فرمایا

''گھبراؤ نہیں کوئی بات نہیں''

میں حملہ کی شدّت کے باعث اسٹیج سے نیچے اُتر آیا تھا اور اب پھر اسٹیج پر جارہا ہوں۔ چنانچہ آپ دوبارہ اسٹیج پر جلوہ افروز ہوئے، فضا پُر جوش نعرہ ہائے تکبیر و رسالت سے گونج اٹھی اور جہاں سے بیان رُکا تھا آپ نے وہیں سے شروع فرمادیا اور اپنے مخصوص انداز میں عظمت و شانِ رسالت پر نہایت پُر جوش بیان فرمایا مگر کیا مجال کہ حملہ آوروں کے متعلق ایک لفظ بھی زبان پر لائے ہوں یا اُن کے اِس ذلیل و ناپاک اقدام کے متعلق کچھ کہا ہو بلکہ دَورانِ تقریر جب بار بار نعرۂ تکبیر و رسالت کے ساتھ محدّثِ اعظم پاکستان زندہ باد، قبلہ شیخ الحدیث زندہ باد کا نعرہ لگایا گیا تو آپ نے روک دیا اور فرمایا میرے نام کی بجائے صرف نعرۂ تکبیر و رسالت بلند کرو۔ تقریر کے بعد سلام پڑھا گیا اور کامیابی کے ساتھ جلسہ کا اختتام ہوا۔ صبح آپ کے اس ایمان افروز بیان، تحمل و برداشت، زبردست اخلاق، بلند حوصلگی اور اپنی ذات کو زیرِ بحث نہ لانے اور اپنی جان کی پرواہ نہ کرنے کا بہت چرچا ہوا اور بہت سے لوگ از خود مخالفین سے کٹ گئے اور دامنِ شیخ الحدیث سے وابستہ ہو گئے۔

سوتوں کو جگایا اور مستوں کو ہوشیار کیا
خواب میں تھے ہم شیخ الحدیث تُو نے ہمیں بیدار کیا

پیر محل: میں مغرب کی نماز کے بعد آپ وظیفہ میں مشغول تھے کہ چند دیوبندی حاضر

خدمت ہوئے اور انہوں نے عرض کیا کہ کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہماری آواز و درود و سلام سُنتے ہیں؟ آپ نے چٹائی پر اپنی اُنگلی مار کر فرمایا "حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس آواز کو بھی سُنتے ہیں چہ جائیکہ ہماری آواز و درود و سلام"۔ آپ کے عقیدہ کی مضبوطی اس انداز اور محبت بھرے الفاظ کا ایسا اثر ہوا کہ وہ حضرات وہیں تائب ہو گئے اور سرورِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی بے مثل سماعت پر ایمان لا کر دائرہ سُنّیت میں داخل ہو گئے۔

حاضری مدینہ: اس کے باوجود کہ آپ قیام بریلی شریف کے دَوران حج و زیارت مدینہ منوّرہ سے مشرّف ہو چکے تھے۔ جب عارف جامی علیہ الرحمۃ کا یہ شعر آپ کے سامنے پڑھا جاتا کہ

مشرّف گرچہ شُد جامی ز لطفش
خُدایا ایں کرم بارِ دگر کُن

تو آپ آبدیدہ ہو جاتے۔ آپ کا دِل یہاں تھا لیکن جان مدینہ پاک میں تھی اور

جان و دِل ہُوش و خرد سب تو مدینے پہنچے
تُم نہیں چلتے رضاؔ سارا تو سامان گیا

والا معاملہ تھا۔ آخر آپ کا جوشِ عشق رنگ لایا اور ۱۹۵۴ء میں آپ نے سفرِ مدینہ کی تیاری مکمل فرمائی۔ مدینہ طیبہ کی روانگی سے قبل جُمعہ شریف میں بڑی پُر کیف والہانہ انداز میں تقریر فرمائی، جس میں سے بعض الفاظ آج بھی کانوں میں گُونج رہے ہیں۔ فرمایا "لائل پور والو! آباد رہو، مدینہ کے مسافر جا رہے ہیں، تُم نے ہمیں کافی

تکالیف پہنچائیں، ہر طرح پریشان وتنگ کرنے کی کوشش کی، تمہارا خیال تھا کہ یہ ایک تنہا آدمی ہے ہم اس کو دبا لیں گے، تمہیں کیا معلوم شہنشاہِ بغداد، خواجہ غریب نواز، اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی اور حضور داتا گنج بخش (رضی اللہ عنہم) جیسی سرکاریں ہمارے ساتھ ہیں اور ہمیں اُن کی پُشت پناہی حاصل ہے"۔

اس کے بعد عاشقِ مدینہ کی سواری جانبِ مدینہ روانہ ہوئی اور ایک عجیب شان کے ساتھ مدینہ منورہ حاضر ہوئے اور ایک عجیب شان کے ساتھ واپس آئے۔ عشق ومحبت سرورِ عالم (ﷺ) کا یہ عالم تھا کہ حج سے قبل گیارہ روز مدینہ منورہ حاضری کے باوجود دل کو سیری نہ ہوئی اور حج کیلئے واپس آنے کے بعد مکہ مکرمہ سے دوبارہ مدینہ منورہ حاضر ہوئے اور تقریباً ڈیڑھ ماہ یعنی پورے تینتالیس دن اپنے آقا ومولیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے دربار گوہر بار میں حاضر رہے خُوب خُوب دِل کی پیاسیں بجھائیں اور مدینہ والے داتا ﷺ کے فیوض وبرکات سے فیض یاب وبہرہ وَر ہوئے

سو بار مدینے گر جاؤں کب دِل کو سیری ہوتی ہے
دِل نذر مدینہ کر آؤں یا دِل میں مدینہ آ جائے

ایک دفعہ آپ مدینہ منورہ کا عمامہ شریف باندھ رہے تھے جو اچھی طرح نہیں بندھتا تھا، فرمایا "یہ مدینہ منورہ کا عمامہ شریف ہے ہمارے قابو میں کیسے آسکتا ہے"۔ سُبحان اللہ

بنا کردند خوش رسمے بخاک وخون غلطیدن
خدا رحمت کند ایں عاشقانِ پاک طینت را

تأثرات

علم وعمل کا بہترین امتزاج

از: مولانا عطاء محمد صاحب بندیالوی

مجھ سے بعض احباب نے فرمائش کی کہ میں شیخ الحدیث رحمۃ اللہ علیہ کی حیات اور آپ کی مساعی جمیلہ پر کوئی مضمون لکھوں۔ میں ایک انتہائی مصروف آدمی ہوں' دن ورات تدریس کے کام میں مشغول رہتا ہوں' میرے فرصت کے لمحات بھی میرے لئے مصروفیت سے کم نہیں ہوتے مگر شیخ الحدیث کا نام کوئی ایسی بات نہ تھی جسے سننے کے بعد ذہن میں انقلاب پیدا نہ ہوتا ہو' کچھ دیر کیلئے میرا دماغ درسی کتب سے منتقل ہو کر ماضی کی گزرگاہوں میں چلا گیا' ذہن میں ایام گذشتہ کی مختلف تصویریں ابھر آئیں اور میں کچھ سطور سپرد قلم کرنے پر مائل ہو گیا۔

دراصل اسلاف کا تذکرہ بھی اخلاف کیلئے اصلاح کی ایک ترکیب ہوتی ہے۔ ماضی کے نقوش حال کے لئے ایک ایسا آئینہ بن جاتے ہیں جسے دیکھ کر حال اپنے بگڑے ہوئے خط وخال سنوار لیتا ہے۔ صلحاء کی سیرت عوام کی رہنما ہوتی ہے گم گشتگان راہ کے دلوں میں جب منزل پر پہنچنے کی تڑپ پیدا ہوتی ہے تو وہ کسی منزل آشنا کو اپنا رہبر بنا لیتے ہیں۔ شیخ الحدیث مقام آشنا بزرگ تھے' میں انہیں تقریباً تمیں بتیس سال سے جانتا ہوں' میں اس وقت سے شیخ الحدیث مرحوم سے واقف تھا جب وہ ہندوستان میں تدریس کے اعلیٰ منصب پر فائز تھے

اور میں نے اُن کا وہ زمانہ بھی دیکھا ہے جب وہ تقسیم کے بعد پاکستان آئے اور
لائلپور کی ایک چھوٹی سی مسجد میں انہوں نے یکہ وتنہا کام شروع کر دیا۔ جب کوئی
معاون نہ ہو' مخالفوں کی یورش ہو اور مقام اجنبی ہو تو کام کرنا بڑا مشکل ہو جاتا ہے
۔ معمولی اعصاب رکھنے والا انسان ایسی معاندانہ سرزمین میں ٹھہر نہیں سکتا۔ مہیب
آندھیوں میں معمولی چراغ کی لو کا برقرار رہنا ممکن نہیں' طوفانی ہواؤں میں کوئی
قوی ترین مشعل ہی ظلمتوں کا سینہ چاک کر سکتی ہے۔ شیخ الحدیث ہی کا عزم تھا جو
ان تمام بے سروسامانیوں اور مخالفت کے اژدھام میں بھی متزلزل نہیں ہوا۔ وہ
ماحول کی تمام بے نیازیوں سے مستغنی ہو کر ایک چھوٹی سی مسجد میں مصلیٰ بچھا کر بیٹھ
گئے اور درس و تدریس کی زندگی کا آغاز کر دیا۔ انہیں رسول اللہ ﷺ سے
والہانہ لگاؤ تھا' وہ عشقِ نبی میں ڈوب کر حدیث پڑھاتے تھے۔ لوگ کہتے ہیں کہ
وہ حال و قال کے بہترین جامع تھے، پڑھنے والے ان کی زبان سے علمی
موشگافیاں سنتے اور ان کے دماغوں میں حقائق و معارف مُوج دَر مُوج اُتر آتے
پھر نگاہیں کام کرتیں اور سامعین کے سینوں میں عشقِ رسول علیہ التحیۃ والثناء کی
بجلیاں بھر جاتیں۔ جب وہ تحقیق و تدقیق کے مقام پر آتے تو اس اعتماد کے ساتھ
حدیث بیان کرتے جیسے خُود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سُن کر حدیث بیان کر
رہے ہیں۔ وہ اُمت کا غم کھانے والے رسول علیہ السّلام کا غم کھاتے تھے۔ جب
کسی مقام پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کُفّار کی زیادتیوں کا بیان ہوتا تو اس
طرح آبدیدہ ہو جاتے جیسے خُود ان پر وہ کیفیات گزر رہی ہوں اور اگر کبھی حضور

اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تکالیف کا ذکر آتا تو زار و قطار رونے لگتے۔

قصیدہ بُردہ: سے انہیں مجنونانہ پیار تھا۔ وہ روزانہ تدریس سے پہلے قصیدہ بُردہ سُنا کرتے اور اس کے نعتیہ اشعار پر جھوم جھوم کر وجد کیا کرتے۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ شیخ الحدیث کے اجزاءِ بدنی کی ترکیب ہی عشقِ رسول سے کی گئی ہو۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ان کا یہ عشق وجنون ہی تھا جس نے ان کے تمام مقاصد کو اُن کے پاؤں پہ لا کے رکھ دیا تھا۔ لوگوں کو کسی عظیم تعمیری کام کیلئے اُمراء ورؤساء کے دَروازوں کا طواف کرنا پڑتا ہے وُزراء اور حکّام کی خوشامدیں کرنی پڑتی ہیں مگر یہ شیخ الحدیث ہی کی ذاتِ گرامی تھی کہ انہوں نے لائلپور میں ایک عظیم الشّان مسجد اور بے مثل دارالعلوم کی بنیاد رکھی، مگر ان کے استغناء کو کسی دُنیادار کا مرہونِ احسان نہ ہونا پڑا، دُنیا میں لوگ ہمیشہ اپنے اپنے مقاصد کے پیچھے پیچھے بھاگتے ہیں مگر ایسا معلوم ہوتا تھا کہ شیخ الحدیث کے تمام مقاصد خُود ان کے پیچھے بھاگتے رہے ہوں۔

سترہ سال کے قلیل عرصہ میں انہوں نے جس قدر کام کیا ہے لوگ کہیں صدیوں میں جا کر اتنا کام کرتے ہیں۔ آج مُلک کے گوشہ گوشہ میں ان کے تلامذہ اسلام کی تعلیم وتبلیغ میں مصروف ہیں بلکہ بیرونِ ملک بھی شیخ الحدیث کے سکھلائے ہوئے لوگوں کو اسلام سکھلا رہے ہیں۔ سترہ سال پہلے لائلپور کے محرابوں سے جو روشنی کا مینار اُٹھا تھا اس کی شعاعیں اب ہمالیہ کی برفانی چوٹیوں سے لے کر فاران کی مقدس وادیوں تک کا احاطہ کر چکی ہیں۔

جہالت وگمراہی برسوں دُعائیں کرتی ہے تب کہیں جا کر ایسا صاحب علم

پیدا ہوتا ہے۔ شیخ الحدیث کی تبلیغی زندگی نے جس فضا میں آنکھ کھولی اُس وقت ہر طرف رسول دُشمنی کا دَور دَورہ تھا۔ بدمذہب علماء اپنی تقریروں کے ذریعے لوگوں کے دلوں سے رسول اللہ ﷺ کی عظمت کم کرنے کی دلآزار کوششیں کر رہے تھے ' جس کا کلمہ پڑھنے سے انسان مسلمان ہوتا ہے اُس کا نام لینے کو کفر و شرک قرار دیا جا رہا تھا۔ ندائے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس دَور کی سب سے بڑی ضلالت بن چکی تھی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فضائل و مناقب کے حسین گلدستوں میں احکام معصیت کے کانٹے رکھ دیئے گئے تھے' غرضیکہ ہر روا نا روا ہو گیا تھا۔ جس وقت مُلک کی فضاء پر تنقیصِ رسالت کی زہریلی دُھند چھائی ہوئی تھی، اُس وقت اگرچہ دوسرے علماء اہلسنّت بھی اِن توہین کاروں سے تبلیغی جہاد میں مصروف تھے مگر شیخ الحدیث کی آواز اُن سب سے مُمتاز تھی۔ جس وقت وہ خطاب کرتے تو یُوں محسوس ہوتا جیسے اُن کے گلے سے حق و صداقت کی بجلیاں نکل رہی ہوں اور باطل عقائد کا خرمن راکھ کا ڈھیر بنتا جا رہا ہو۔ وہ عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا پرچم لے کر آگے بڑھے اور لاکھوں انسان ان کے جھنڈے تلے جمع ہو گئے' ہزاروں بے دینوں نے اُن کے ہاتھ پر بیعت کی اور رسول دُشمنی سے توبہ کی، اُن کے دِل میں دَرد اور آواز میں سوز تھا' وہ لوگوں کے دلوں پر عظمتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نقش بٹھاتے تھے، خُدا جانے ان میں کیا کشش تھی کہ ان کے آگے قلوب مسخّر ہو جاتے تھے میں نے کوئی بدمذہب ایسا نہیں دیکھا جو ان کے پاس گیا ہو اور جانے کے بعد پھر تائب ہونے نہ آیا ہو۔

علمی حیثیت سے شیخ الحدیث مرحوم کا جو پایہ تھا وہ کسی سے مخفی نہیں ہے۔
مجھے آج بھی خواب کی طرح یاد آتا ہے کہ کوئی بتیس سال پہلے کی بات ہے میں اس وقت دینیات کی ابتدائی کتابیں پڑھتا تھا، ضلع سرگودھا کے قریب ایک قصبہ سلاں والی میں مناظرہ منعقد ہوا تھا' بے شمار علماء کا اجتماع تھا' طرفین کے بڑے بڑے علماء موجود تھے۔ اہلسنت کی طرف سے مولانا حشمت علی مرحوم کو مناظر مقرر کیا گیا تھا اور اہلِ تنقیص کی نمائندگی مولوی منظور احمد نعمانی کر رہے تھے۔ اِس دوران میں جب کبھی علماء کے درمیان کسی مسئلہ پر بحث ہوتی تو شیخ الحدیث باوجود صغر سنی کے سب پر چھائے ہوئے ہوتے۔ ایک مرتبہ کسی مخالف نے آپ کی کسی دلیل کو یہ کہہ کر رد کر دیا کہ یہ قضیہ شخصیہ ہے اور شخصیہ استدلال میں معتبر نہیں ہوتا۔ آپ نے برجستہ فرمایا کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور اللہ واحد بھی قضایا شخصیہ میں سے ہیں' چاہیئے کہ پھر یہ بھی معتبر نہ ہوں۔

شیخ الحدیث اِس دُنیا سے چلے گئے مگر اُن کی یاد ہمیشہ باقی رہے گی۔ جب تک معاندینِ رسالت اور عظمتِ رسول کے متوالوں کے درمیان جنگ جاری رہے گی جب تک مداحانِ رسول کے خلاف تنقیص کاروں کی سرگرمیاں ختم نہیں ہونگی اس وقت تک ہمیں یاد رہے گا کہ اس رزم کے عظیم مجاہد شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد سردار احمد رحمۃ اللہ علیہ تھے۔

بحمد اللہ کیا شُہرہ ہوا سردار احمد کا
کہ اِک عالَم فدائی ہو گیا سردار احمد کا

عِلم وفضل کے بادشاہ

از: مولانا ابوالنور محمد بشیر صاحب کوٹلوی

شیخ الحدیث محدثِ اعظم پاکستان حضرت مولانا ابوالفضل محمد سردار احمد صاحب علیہ الرحمۃ علم وفضل کے بادشاہ اور ورع وتقویٰ کے پیکر تھے، مسلکِ اہلسنت کے مبلغِ اعظم اور عقائدِ حقّہ کے ایک عظیم ناشر تھے، ایثار وخلوص کے جو مناظر میں نے حضرت موصوف علیہ الرحمۃ کے یہاں دیکھے دُوسری جگہ کم ہی نظر آئے۔ علم وفضل کے تاجدار ہونے کے باوجود میرے جیسے نیازمندوں کو بھی دیکھ کر اس قدر مسرّت کا اظہار فرماتے کہ اُن کے سامنے اپنی ادنیٰ حیثیت کے پیشِ نظر مجھے بے حد ندامت لاحق ہوتی۔ مجھے یہ فخر حاصل ہے کہ حضرت موصوف علیہ الرحمۃ مجھ پر بہت ہی شفقت فرمایا کرتے تھے اور جب بھی مجھے حاضری کا شرف حاصل ہوتا تو مجھے دیکھ کر بڑی مسرّت کا اظہار فرمایا کرتے اور حاضرینِ مجلس سے بڑے بڑے تعریفی کلمات کیساتھ میرا تعارف کرایا کرتے تھے۔

ایک بار مجھ سے فرمایا کہ "مولانا میں آپ سے اِس قدر خُوش ہوں کہ آپ اگر کبھی مُجھ سے ناراض بھی ہو جائیں تو بھی میں آپ سے ناراض نہ رہوں گا۔ سبحان اللہ کیا تواضع اور کیا ہی شفقت ہے۔ نیز موصوف علیہ الرحمۃ کا ایک وصفِ خاص یہ بھی تھا کہ کوئی ایسی بات دیکھتے یا کوئی ایسی بات سُنتے جو شریعت کے خلاف ہوتی تو آپ اسی وقت شرعی حکم سُنا دیتے کہ یوں ہونا چاہیے یوں نہیں"۔

مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ چک جھمرہ ضلع لائلپور کے ایک جلسہ میں حضرت موصوف علیہ الرحمۃ کی صدارت میں میری تقریر ہو رہی تھی میں نے تقریر کے دوران روایت ربی فی احسن صورۃ کی حدیث پڑھ کر اس کا ترجمہ پنجابی زبان میں بلفظ ''شکل'' کر دیا اور یوں کہا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ ''میں نے اپنے رب کو بڑی اچھی شکل میں دیکھا''۔ حضرت موصوف رحمۃ اللہ علیہ نے جو کرسی صدارت پر رونق افروز تھے اُسی وقت فرمایا کہ مولانا اللہ تعالیٰ شکل سے پاک ہے۔ صورت کے ترجمہ میں بھی ''صورت'' ہی رہنے دیجئے''۔ چنانچہ میں نے وہیں حضرت کی اس تنبیہ سے خبردار ہو کر اپنے ترجمہ سے رجوع کر لیا اور پھر آج تک یہ حدیث پڑھتے یا بیان کرتے وقت حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمۃ کی وہ تنبیہ سامنے آ جاتی ہے۔ ۱۱۸ کتوبر کے شمارہ محبوب حق میں حضرت مولانا غلام محمد صاحب ترنم علیہ الرحمۃ کا بھی ایک واقعہ درج کیا گیا ہے کہ مولانا کے منہ سے ایک تقریر میں یہ بات نکل گئی کہ نماز میں ایک طرف بندہ کھڑا ہوتا ہے اور دوسری طرف خدا کھڑا ہوتا ہے حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمۃ نے یہ بات سن کر فوراً ٹوک دیا اور فرمایا ''مولانا توبہ کیجئے خدا تعالیٰ کھڑا ہونے سے پاک ہے''۔ مولانا ترنم نے فوراً تسلیم کرتے ہوئے فرمایا کہ ''ہاں میں توبہ کرتا ہوں''۔ علمائے اہلسنت ہی کو یہ امتیاز حاصل ہے کہ کوئی ایسا کلمہ جس سے انسان شرعی گرفت میں آ جاتا ہو سنتے ہی وہ تنبیہ فرما دیتے ہیں تاکہ کہنے والا بھی شرعی گرفت سے بچ جائے اور سننے والا عالم حق گو بھی حق گوئی کے موقع پر خاموشی اختیار کر لینے کے گناہ سے محفوظ رہے۔ یہ حقیقت

ہے کہ حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمۃ میں بھی یہ مخصوص وصف موجود تھا اور علمائے حق میں یہ وصف ضرور ہوتا ہے۔

آج کل کے مصلحت باز اور پالیسی نواز افراد ممکن ہے اس بات کو اچھا نہ سمجھیں اور یوں کہہ دیں کہ نہیں صاحب! یہ بات مناسب نہیں کہ کسی شریف آدمی کو بھرے مجمع میں ٹوک اور روک دیا جائے مگر جن کے پیشِ نظر شرعی احکام ہیں وہ کوئی ایسا کلمہ سُن کر جس سے غلط تاثر پیدا ہو سکے یا جو کسی شرعی ضابطے سے ٹکرائے، خاموش نہیں رہ سکتے اور فوراً اس پر تنبیہ فرما دیتے ہیں۔ ''اپنے بائیں ہاتھ چلو''۔ ٹریفک کے اس اصول کے خلاف اگر کوئی سوار بھرے مجمع میں عملاً یا سہواً دائیں طرف سے گزرنے لگے، تو چوک میں اگر کوئی سپاہی کھڑا نہ ہو تو یہ دوسری بات ہے کہ وہ اپنی غلطی سمت گزر جائے لیکن وہاں اگر سپاہی موجود ہوگا تو وہ فوراً سیٹی بجائے گا اور اسے اس کی غلطی پر تنبیہ کر کے اسے مجبور کرے گا کہ وہ بائیں سائیڈ اختیار کرے۔

فرمائیے کیا یہاں بھی یہی کہا جائے گا کہ سپاہی نے یہ اچھا نہیں کیا کہ ایک شریف آدمی کو اتنی بڑی شاہراہ میں روک اور ٹوک دیا۔ قرآن پاک پڑھنے والا کوئی بھی ہو اس سے زیر زبر کی معمولی سی بھی لغزش واقع ہو جائے تو بھرے مجمع میں حافظ فوراً بول اُٹھتے ہیں کہ حضرت یوں نہیں یوں پڑھیئے۔ یہ نظارہ آپ نے کئی بار دیکھا ہوگا کہ پڑھنے والا استاد ہو یا پیر و مُرشد یا کوئی بہت بڑا عالم ہو، قرآن پڑھتے ہوئے اگر اس کی زبان سے کسی آیت میں تھوڑا سا بھی تغیّر واقع ہو جائے تو شاگرد، مرید

اور عوام بھی بول اُٹھتے ہیں کہ حضرت یوں نہیں یوں ہے۔ اسی ایک بات سے یہ بات بھی سمجھی جا سکتی ہے کہ صحابہ کرام علیہم الرضوان کے زمانہ میں اگر بالفرض کسی نے قرآنِ پاک کا کچھ حصہ نکالنے کی کوشش کی ہوتی تو کیا اُس وقت کے مسلمان اِس قسم کی حرکت کے خلاف ایک ہنگامہ برپا نہ کر دیتے۔ وہ قرآنِ پاک جو آج معمولی سا تغیر پیدا نہیں ہونے دیتا۔ انصاف کی رُو سے یہی ایک بات کافی ہے۔

حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمۃ کے مذکورہ بالا وصفِ عالی کی ایک جھلک بیان کر دینے کے بعد اس بات کا ذکر بھی ضروری ہے کہ کسی مقرر، واعظ سے اگر کوئی اس قسم کی لغزش واقع ہو جاتی جو شرعی گرفت میں نہ آتی تو حضرت موصوف علیہ الرحمۃ اس کی اصلاح بھی فرما دیتے مگر اس کا طریق دوسرا تھا، اِس کی مثال بھی میرا ہی ایک واقعہ ہے۔ مدرسہ جامعہ رضویہ لائلپور کے ایک سالانہ اجتماع میں حضرت کی موجودگی میں تقریر کر رہا تھا اور اس میں حضرت ربیعہ رضی اللہ عنہ کا واقعہ بیان کر رہا تھا کہ حضرت ربیعہ رضی اللہ عنہ سے حضور ﷺ نے ایک بار خوش ہو کر فرمایا "سَلْ"، مانگ

"حضرت ربیعہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا:

"اَسْئَلُکَ مُرَافَقَتَکَ فِی الْجَنَّۃِ" (مسلم جلد ۱ ص ۱۹۳، مشکوٰۃ کتاب الصلوٰۃ بابُ السُّجُودِ وَفَضْلِہٖ پہلی فصل ص ۸۴، نسائی جلد ۱ ص ۱۳۴، ابوداؤد جلد ۱ ص ۲۲۸)

"حضور! میں آپ سے جنت میں آپ کا ساتھ مانگتا ہوں"۔

یہ حدیثِ پاک بیان کرتے ہوئے سبقتِ لسانی سے میرے مُنہ سے بجائے سَلْ کے سَلْ مَا شِئْتَ نکل گیا اور ایک بار نہیں متعدد بار "سَلْ مَا شِئْتَ"

مانگ جو تو چاہے، تقریر ختم ہوئی۔ رات کا وقت تھا آرام کیا۔ صبح اُٹھے اور نماز کے بعد حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمۃ کے حضور حاضری ہوئی۔ چائے پینے کے بعد حضرت نے حاضرینِ مجلس سے فرمایا ''تھوڑی دیر کیلئے ذرا آپ باہر تشریف لے جائیں مجھے ان سے (میری طرف اشارہ فرمایا) کوئی بات کرنا ہے۔ حاضرین باہر چلے گئے تو مجھ سے فرمایا ''رات کی تقریر ماشاء اللہ خوب تھی، خدا تعالیٰ اور بھی برکت عطا فرمائے مگر آپ نے حضرت ربیعہ رضی اللہ عنہ والی حدیث پاک میں جو ''سَلْ مَا شِئْتَ '' پڑھا ہے اس روایت میں ''مَا شِئْتَ '' کا لفظ موجود نہیں۔ صرف ''سَلْ'' ہے۔ ایسا نہ ہو کہ کوئی مخالف اس روایت میں مَاشِئْتَ کا مطالبہ کر بیٹھے تو مشکل پیدا ہو جائے۔ حضرت کی اس طرزِ اصلاح سے میں اس قدر متاثر ہوا کہ میرے لَب حضرت کے ہاتھ چوم رہے تھے اور حضرت کے لَب میرے لئے دُعائیں فرما رہے تھے۔ (رحمۃ اللہ علیہ)

==============

دو گھنٹے محدّثِ پاکستان کی خدمت میں

شاہد محمد نذیر اختر (ڈجکوٹ)

پیشتر اِس کے کہ میں کچھ احاطۂ تحریر میں لاؤں قارئین کو یہ بتا دینا ضروری سمجھتا ہوں کہ میں نہ تو عالم ہوں اور نہ فاضل' بلکہ عُلماء کی خاکِ پا ہونے کا بھی مدّعی نہیں ہوں اور نہ ہی جسارت کر سکتا ہوں۔ میں ہمیشہ اپنے آپ کو طالبِ علم تصوّر کرتا ہوں، مجھے اپنی کم علمی اور بے بضاعتی کا پورا پورا احساس ہے۔

آج میرے قلم کی خوش قسمتی ہے کہ یہ محدّثِ اعظم پاکستان' استاذ العلماء حضرت مولانا محمد سردار احمد صاحب کے متعلّق کچھ لکھنے کا شرف حاصل کر کے اپنی خوش نصیبی کو چار چاند لگا رہا ہے اگرچہ اس بلند بالا ہستی کے متعلّق کچھ لکھنا مجھ جیسے بے علم کے بس کا کام نہیں پھر بھی کچھ لکھ کر میں اپنی محبت و عقیدت کے پھول اُس عظیم المرتبت ہستی کی خدمتِ عالی میں پیش کر کے فیضیاب ہونے کا اُمیدوار ہوں اور یہ میرے لئے بڑی سعادت ہوگی۔

محدّثِ اعظم پاکستان: شیخ الحدیث مولانا ابوالفضل محمد سردار احمد دامت برکاتہم العالیہ کی ذاتِ گرامی دُنیا کے لئے کسی تعارف کی محتاج نہیں' آپ عہدِ حاضر کی سُربرآوردہ ہستیوں میں سے ہیں۔ جن لوگوں کا راستہ آپ کے خلاف ہے وہ بھی آپ کے علمی مرتبے اور دینی بزرگی کے قائل ہیں۔ میں عرصہ دو سال سے لائل پور میں حصولِ علم کیلئے رہائش پذیر تھا مگر اسے میری بدنصیبی کہہ لیجئے کہ اس عرصہ میں

میں نے محدثِ اعظم پاکستان سے ملنے کا ارادہ کبھی بھی نہ کیا۔ اس کی وجہ وہ ماحول تھا جہاں میں رہ رہا تھا۔ جون ۵۶ء کا واقعہ ہے میرے ماموں زاد بھائی حکیم محمد منیر نقشبندی اپنے گاؤں سے ایک دن لائل پور تشریف لائے اور میرے ہاں قیام فرمایا ۔رات بھر اُن سے مختلف مسائل پر تبادلۂ خیالات ہوتا رہا۔ میں ان دنوں محترم حکیم صاحب کے مسلک کے خلاف تھا' انہوں نے مجھے قائل کرلیا کہ جمع جمعہ کی نماز گول باغ جھنگ بازار میں حضرت مولانا محمد سردار احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی اقتداء میں ادا کی جائے' چنانچہ ہم تقریباً ایک بجے گول باغ جھنگ بازار میں پہنچے' ہزاروں کا اجتماع تھا۔ ایک بھاری بھرکم بزرگ سفید لباس میں قَدْ جَآءَ کُمْ مِنَ اللّٰہِ نُوْرٌ وَّ کِتَابٌ مُّبِیْن کی تشریح فرما رہے تھے' ان کی نورانی شکل دیکھتے ہی سلف صالحین کا نقشہ میری آنکھوں کے سامنے آ گیا' میں اُن کا نورانی چہرہ دیکھتے ہی اُن کی علمیت و عظمت کا قائل ہوگیا۔ بھائی صاحب نے بتایا یہی بزرگ محدث اعظم پاکستان مفتی اعظم مولانا محمد سردار احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ ہیں ۔ وہ بیان فرما رہے تھے' میں ہزاروں کے اجتماع میں بیٹھا سُن رہا تھا۔ وعظ کیا تھا فنِ وعظ و تقریر کا نمونہ تھا۔ وعظ میں الفاظ کی شُستگی و ہم آہنگی، ایجاد، اختصار، جملوں میں خوبیِ استدلال کی پختگی، امثال میں ندرت معانی کی سادگی، افکار کی گہرائی' نورِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایک سے ایک بڑھ کر دلیل، نئی نظیریں، اچھوتے نکتے، زورِ بیان، حُسنِ استدلال کی شگوفہ کاریاں، زبان کی گلکاریاں اور دلائل کی پرکاریاں...... وعظ میں کیا کچھ نہیں

تھا، بھی کچھ تھا...... وہ نورِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی ضیاؤں سے سامعین کو روشناس کرا رہے تھے، ان کی مجھولی تشریح و بیان کے موتیوں سے بھری ہوئی تھی۔ وہ مطلع اجتماع پر ان موتیوں کی بارش کر رہے تھے، اور تشنگان اپنی پیاس بجھا رہے تھے، وہ تحقیق و تدقیق کے جواہر بکھیر رہے تھے۔ اس دن میں نے بھی اپنا حصہ لیا۔ عقائد باطلہ کی ایک ایک دلیل جو میرے ذہن میں تھی گذشتہ رات پہاڑ کی طرح وزنی اور چٹان کی طرح مضبوط تھی۔ اب رُوئی کے گالوں کی طرح گول باغ میں بکھر رہی تھی۔ مجھ پر اب عجیب کیفیت طاری تھی میں نے نماز سے فارغ ہونے کے بعد بھائی صاحب کو مجبور کیا کہ وہ مجھے قبلہ حضرت صاحب کے پاس لے چلیں۔ چنانچہ میں نے ان کی معیت میں اس دن حضرت صاحب سے پہلی بار مصافحہ کرنے کا شرف حاصل کیا اور پھر ہم واپس لوٹ آئے۔ دو گھنٹے کی اس مختصر سی نشست کا مجھ پر یہ اثر ہوا کہ میں مذہبِ حق اہلسنت و جماعت کا قائل ہو چکا تھا اور میرے ذہن میں یہ اُبھر رہا تھا کہ واقعی خداوند تعالیٰ لوگوں میں محبت واخوت، طاعت، فرمانبرداری اور صداقت وحق گوئی جیسی مقدس روایات کو بلند وارفع رکھنے کیلئے روزِ ازل ہی سے بعض نفوس کو قدسی صفات عطا فرماتا ہے اور بلاشبہ انہی نفوسِ قدسیہ اور بطلِ جلیل ہستیوں میں سے محدثِ اعظم پاکستان حضرت قبلہ مولانا مفتی محمد سردار احمد رحمۃ اللہ علیہ ہیں اور شاید آپ کا اسم شریف آپ کے کام کا شارح ہے کہ قُدرت نے آپ کی ولادت کے ساتھ ہی آپ کے والدین کے قلوب میں یہ بات القا فرما

دی تھی کہ اس سعادت مند ہستی کا نام سردار احمد رکھا جائے۔

چونکہ اس وجودِ مسعود نے درِ احمد (ﷺ) سے پھرے ہوئے سروں کو در احمد (ﷺ) پر جھکاتا ہے۔ اسی لئے آپ کے والدین نے آپ کا نام ہی سردار احمد رکھا۔

نائبِ دینِ نبی سردار احمد تیرا نام
یعنی تو فضلِ خدا سے قوم کا سردار ہے

اور یہ کہنا بھی غلط نہ ہوگا کہ

سوتوں کو جگایا اور مستوں کو ہشیار کیا
خواب میں تھے ہم شیخ الحدیث تو نے ہمیں بیدار کیا

نیز شجرہ قادریہ رضویہ کا یہ دعائیہ شعر کون نہیں جانتا۔

یاالٰہی سرورِ احمد پہ ہو وقتِ اجل
مرشدی سردار احمد با رضا کے واسطے

(محمد نذیر اختر (رحمۃ اللہ علیہ نقشبندی ڈجکوٹ)

عاشقِ صادق

محدثِ اعظم پاکستان اپنے ہم عصر علماء کی نظر میں

صاجبزادہ طاہر علاؤالدین بغدادی

''اہلسنت وجماعت کے علامہ مولوی سردار احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ پاکستان کے برگزیدہ علماء میں سے تھے اور حضرت موصوف علوم اسلامیہ کی ترویج و اشاعت میں ید طولیٰ رکھتے تھے اور جیسے کہ علامہ موصوف، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عاشق صادق تھے، اسی طرح وہ سیدنا غوث صمدانی' ہیکل نورانی' سید عبدالقادر محی السنۃ والدین جیلانی قدس اللہ ورحہٗ کے محب ومرید تھے، علامہ مغفور نے مساجد اور مدارس دینیہ رضویہ کی تعمیر وترویج میں بہت بڑی خدمت انجام دی اور سعی بلیغ فرمائی۔ طلباء ان مدارس دینیہ سے فاضل علماء بن کر نکلتے ہیں اور پاکستان کے شہروں میں تبلیغ دین کیلئے خوب کوشش کرتے ہیں۔ نیز محدث اعظم پاکستان رحمۃ اللہ علیہ فقیروں اور معذوروں کے مددگار تھے۔ ہم خداتعالیٰ عزوجل سے اُمید کرتے ہیں کہ علامہ موصوف کی اولاد اور طالب علموں کو مسلمانوں کی خدمت کیلئے توفیق دے گا اور ان کو اپنے شیخ واستاذ علامہ مولانا سردار احمد قادری رحمۃ اللہ علیہ کی سیرت پاک پر چلنے کی توفیق عنایت فرمائے گا۔ خداوند قدس جل جلالہٗ آپ کی اولاد اور محبت کرنے والوں کو اسلام اور دین متین کے طریقے پر چلنے میں مدد فرمائے اور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت وسعیہ کی اتباع نصیب

فرمائے اور میں اس پر ختم کرتا ہوں کہ ہمارے سردار محمد مصطفےٰ پر افضل ترین درود اور پاکیزہ ترین سلام ہو"۔

مولانا صاجزادہ قمرالدین صاحب سیال شریف

"حضرت محدث اعظم (رحمۃ اللہ علیہ) کو فقیر تیس سال سے جانتا ہے اور فقیر محدث اعظم پاکستان رحمۃ اللہ علیہ کے چند مناظروں اور تقریروں میں بھی حاضر ہوا اور آپ کی بزرگی سے مجھ پر بہت بڑے عالی شان فوائد علمیہ ظاہر ہوئے اور فقیر کو آپ کی مجلس میں شریک ہونے کا شرف کئی بار حاصل ہوا اور میرے اس کہنے میں مبالغہ نہ ہوگا کہ شیخ معظم (محدث اعظم پاکستان) رحمۃ اللہ علیہ اپنے زمانہ میں یکتا اور یگانہ تھے اور وہ فضیلت کے اونچے درجے پر فائز تھے۔ آپ نے اعلاء کلمۃ الحق اور دین متین کی حمایت اور بدرسموں غلط مذہبوں کے مٹانے میں اپنی عمر شریف وقف کر دی تھی۔ باوجود اس کے کہ فضا سازگار نہ تھی کہ جس سے اطمینان حاصل ہوتا لیکن آپ نے ان مجاہدوں میں خدا تعالیٰ وسبحانہٗ پر توکل کیا اور آپ نے ان مجاہدوں کو یہاں تک جاری رکھا کہ خدا تعالیٰ نے آپ کے اعمال حسنہ کا پھل آپ کو دکھایا۔ خدا تعالیٰ ان کی آرام گاہ کو ٹھنڈا کرے"۔ (آمین)

مولانا ابوالکلام صاجزادہ فیض الحسن صاحب

"بعض لوگ ماہ و سال سے منسوب ہو کر معروف ہوتے ہیں اور بعض اشخاص وہ ہیں کہ ماہ و سال اُن سے منسوب ہو کر مشہور ہوتے ہیں۔ وہ حالات و

واقعات کی پیداوار نہیں ہوتے بلکہ حالات وواقعات کی تشکیل کرتے ہیں۔ حضرت محدث اعظم پاکستان علامہ سردار احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ ایسے ہی عہد آفرین بزرگ تھے، وہ ایسے عالم تھے کہ اُن پر علم نازاں تھا، وہ ایسے ایسے مدرس تھے کہ فن تدریس کو اُن پر فخر تھا، وہ شعلہ نوا خطیب اور نکتہ آفرین محقق تھے۔ جب عمومی اخلاق کے ظہور کا وقت ہوتا تو وہ برگ گل سے بھی زیادہ نرم تھے، لیکن جب عقائد حقہ کے تحفظ کا معاملہ آتا تو وہ کوہ وقار تھے۔ اُن کے دل کا خلوص اُن کے چہرہ سے ظاہر اور عشق رسول اکرم علیہ السلام کی لطافتیں اُن کے بشرہ سے واضح تھیں۔ اُن کی زبان پر قال رسول اللہ اور دل میں چال رسول علیہ السلام تھی۔ غرضیکہ مرحوم ایک ایسی جامع شخصیت تھے جو بقول اقبال نرگس بے نور کے برسوں کے گریہ طلب کے بعد نمودار ہوتی ہے اور بدعقیدگی کی ظلمت میں اُن کا وجود حق وصداقت کی روشنی کا مینار تھا۔ وہ ایسے سنی تھے جن کی سنیت اور شخصیت مترادف بن گئی تھیں۔ وہ صرف عالم نہ تھے بلکہ عالم گر تھے، اُن کے حلقہ درس سے ہزاروں تہی دامنوں نے علم وعرفان کے موتی سمیٹے اور اتنے سمیٹے کہ اُن کے خوشہ چین بھی علم وعرفان کے بادشاہ بن گئے حضرت مرحوم کی معنوی اولاد، اور اُن کے شاگردان رشید ہزاروں کی تعداد میں مسند درس وارشاد کی زینت ہیں۔ وہ اپنے ارادت مندوں کو اخلاص واستقلال کا ایسا خوگر بنا گئے ہیں کہ باطل کی بڑی سے بڑی یورش اُن پر انشاء اللہ اثر انداز نہیں ہوسکتی۔ وہ دل ودماغ کو عشق وعلم کی نعمتوں سے یکساں طور پر فیضیاب کر گئے ہیں۔

اُن کا علم ادب خوردہٗ عشق تھا۔ علم و عشق کے اس حسین امتزاج سے حضرت مرحوم سنیت کا معتدل مزاج تیار کرتے رہے اور الحمد للہ وہ اس میں بہمہ وجوہ کامیاب ہوئے۔ وہ ایک بھرپور اور کامیاب زندگی گزار کر دار البقاء کو سدھارے ان کی فرقت سے ہماری آنکھیں اشکبار اور دل سوگوار ہیں۔ لیکن اُن کے کردار کی عظمت پر ہمارے سر فخر سے بلند ہیں۔ ان کا جسم ہم سے اوجھل ہو گیا لیکن اُن کا اُسوہ ہمارے سامنے موجود ہے۔ جامعہ رضویہ لائل پور حضرت کی زندہ اور پائندہ یادگار ہمارے پاس موجود ہے۔ جامعہ رضویہ کی خدمت، مرحوم سے عقیدت کا بہترین ذریعہ ہے۔ وہ عمر عزیز کے آخری دور میں جامعہ کی تعمیر و تکمیل میں منہمک رہے۔ جامعہ کا فروغ و ارتقاء ان کی روحانی مسرت کا باعث ہوگا۔ اللہ والے زندہ جاوید ہوتے ہیں۔ اُن کی برکات اُن کی وفات کے بعد اور بھی بڑھ جاتی ہیں۔ آیئے ہم عہد کریں کہ حضرت مرحوم کے پروگرام کو پہلے سے زیادہ مستعدی سے تکمیل پذیر کر کے ہم اُن سے دلی عقیدت کا عملی ثبوت دیں گے"۔

شیخ القرآن مولانا عبد الغفور صاحب ہزاروی

"محدث اعظم پاکستان حضرت علامہ ابو الفضل محمد سردار احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے چلے جانے سے ہمارے اندر خلاء پیدا ہو گیا ہے۔ جو شاید صدیوں تک پُر نہ ہو سکے۔ اب دنیا تمنا کرے گی کہ آپ جیسا کوئی شخص آئے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو بہت سی خوبیوں سے نوازا تھا۔ دنیا میں اور بھی فاضل بزرگ اور محدث ہیں

اور سب کا اپنی اپنی جگہ پر ایک مقام ہے لیکن اس محدث کی شان ہی الگ تھی۔ کسی اور کا ان سے مقابلہ مشکل ہے۔ آپ اس خطہ پاکستان میں اعلیٰ حضرت کے صحیح جانشین تھے اور ان کے مسلک ان کی روش اور ان کی حدود میں رہ کر جو کر سکتے تھے، وہ انہوں نے کیا۔ آپ نے قلیل مدت میں وہ کام کیا ہے جو اور سو برس میں نہیں کر سکتے اگر آپ کو دس برس اور مہلت مل جاتی تو پاکستان کے چپہ چپہ پر سنی عالم نظر آتا ایسا معلوم ہوتا تھا کہ وہ ایک مقناطیس ہیں جو جگہ جگہ سے طالب علموں کو کھینچ لاتے ہیں

حضرت شیخ الحدیث کا یہ کمال تھا کہ وہ مسلک کی اشاعت تقویٰ، طہارت، رحم، اپنوں سے محبت و رواداری اور غیروں سے کلی انقطاع کی پوری تصویر تھے، شیخ الحدیث کو دیکھنے سے یہ واضح ہو جاتا تھا کہ تقویٰ و طہارت ''سردار احمد'' کا نام ہے اور وہ پوری طرح شریعت کی اتباع ہے

طالب علمی کے زمانہ میں میری آپ سے پہلی ملاقات دہلی میں ہوئی تھی ۔اس وقت بادل نخواستہ میرا ارادہ ایک دیوبندی مدرس سے پڑھنے کا تھا۔ لیکن آپ نے مجھے اس کی بجائے بریلی شریف کی طرف رہنمائی فرمائی اور میں نے وہاں جا کر حضرت حجۃ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ سے حدیث پڑھی اور جب میں نے وزیر آباد میں ''دورۂ قرآن'' شروع کیا تو آپ مجھے ڈنگہ میں بڑی محبت کے ساتھ ملے اور فرمایا ''اب میں آپ پر خوش ہوں''۔ ان کو یہ شغف تھا کہ واعظ، مقرر حضرات کوئی کام کریں اور تعلیم و تدریس کا سلسلہ اختیار فرمائیں۔ اعلیٰ حضرت کی علماء تیار کرنے کی جو آرزو تھی ان کی شخصیت نے اس کی تکمیل فرمائی۔

شیخ الحدیث کے جنازہ پر انوار کی بارش اس چیز کا ثبوت ہے کہ وہ دنیا سے ایمان کا اعلیٰ درجہ لے کر گئے ہیں اور ہر طبقہ و خیال کے لوگوں کی ان کے جنازہ میں شرکت اس بات کی دلیل ہے کہ محدث اعظم کا مذہب صحیح ہے۔ مخالفین نے ان کے جنازہ میں شرکت کر کے ان کے مذہب کی پختگی تقویٰ و طہارت اور مسلک کی صحت پر مہر لگا دی ہے۔ آپ کے جنازہ میں جتنے علماء و مشائخ مجتمع ہوئے ہیں میرے خیال میں اتنے علماء و مشائخ کسی جنازہ میں جمع نہیں ہوئے۔ یہ شیخ الحدیث کا ''عشق رسول'' تھا جو ان سب کو کھینچ کر لے آیا۔ ولی کی یہ خاص علامت ہے کہ ہر دل میں اس کی محبت ڈال دی جاتی ہے اور اس کی ایک ایک ادا سب کو پسند ہوتی ہے۔ اس لئے ہر شخص یہ سمجھتا ہے کہ حضرت شیخ الحدیث کو مجھ سے زیادہ محبت تھی۔ آپ جو مرکز قائم کر گئے ہیں میری دعا ہے کہ وہ دن دگنی رات چوگنی ترقی کرے۔ سنیو! حضرت شیخ الحدیث کے نقش قدم پر چلو پکے سنی بنو اپنے اسلامی مدارس کی جڑیں مضبوط کرو اور خیال رکھو کہ شیخ الحدیث نے تمہیں جس مستی و سُکر سے آشنا کیا ہے کہیں وہ مستی سے نہ بدل جائے۔

==========================

محدث اعظم پاکستان اپنے اُستاد بھائیوں کی نظر میں

مجاہد ملت حضرت مولانا محمد حبیب الرحمٰن صاحب قادری

''حضرت محدث اعظم پاکستان علیہ الرحمۃ والرضوان ابتدائی حالت میں ایک انگریزی داں غالباً میٹرک پاس اسٹوڈنٹ تھے۔ مرشد برحق حضرت حجۃ الاسلام رضی اللہ عنہ کے دورہ پنجاب میں زیارت سے مشرف ہوئے اس سے کچھ ایسے متاثر ہوئے کہ نہایت والہانہ طور پر بریلی شریف حاضر ہوئے اور دینیات کی طرف متوجہ ہوکر تحصیل علوم دینیہ شروع کردی۔

اجمیر شریف کی حاضری کے زمانہ میں فقیر سے ملاقات ہوئی اور وہیں کچھ قریب سے احوال کا مطالعہ کیا۔ اس کے علاوہ متعدد مناظروں میں ساتھ رہنے کا اتفاق ہوا۔ بریلی شریف کے مناظرہ میں فقیر صدارت کررہا تھا۔ وہابیوں کی طرف سے کوئی فیض آبادی مولوی صاحب صدارت کررہے تھے، مولوی منظور کی زبوں حالی اس صدر کی وجہ سے اور بڑھ رہی تھی۔ اتنے میں مولوی اسماعیل سنبھلی آگئے وہابیوں کی طرف سے تبدیل صدارت کا اعلان ہوا۔ اس پر فقیر نے کہا کہ اگر آپ لوگ اپنے صدر کو نالائق قرار دیں تو ہمیں کوئی عذر نہیں اس پر وہابیوں نے شور مچایا کہ ہمارے صدر کی توہین ہورہی ہے۔ فقیر نے کہا کہ'' اگر نالائق نہیں ہیں تو مت الگ کیجئے''۔ وہ تو ایک وہابیوں کیلئے سانپ کے منہ میں چھچھوندر کا معاملہ تھا۔ ساکت ہوکر صدارت بدلی، مولوی اسماعیل بھی کہاں تک سنبھال سکتے تھے۔ مَنْ

يُصْلِحُ الْعَطَّارُ مَا أَخَذَهُ الدَّهْرُ جان بچانے کیلئے مولوی منظور سنبھلی نے کہا کہ ”آپ کے امیر مینائی نے امیر اللغات میں ایسا کے معنی اتنا اور اس قدر بھی لکھا ہے اور یہاں ”حفظ الایمان“ کی عبارت میں ایسا کے معنی ”اس قدر“ ہے۔ اس پر حضرت محدث اعظم پاکستان علیہ الرحمۃ نے کچھ علمی گفتگو شروع کی اس میں فقیر نے صرف اتنا اشارہ کیا کہ اس سے ہی کون سے اچھے معنی پیدا ہوئے جاتے ہیں۔ جو کفری نہ ہوں اور توہین سے نکل جائے۔ مفسر کی تفسیر کو سامنے رکھ کر دیکھ لیں۔ اس پر جو حضرت محدث اعظم علیہ الرحمۃ نے جم کے وار کیا۔ وہ وار نیا نرالا تھا۔ تفصیلی کیفیت روداد سے معلوم ہو سکے گی.........

بمبئی: کے مناظرہ کیلئے حضرت حجۃ الاسلام رضی اللہ عنہ نے ہم دونوں کو ساتھ بھیجا تھا اور وہاں پہلے سے حضرت شیر بیشہ اہلسنّت (مولانا محمد حشمت علی خاں صاحب) موجود تھے اور اس میں فن مناظرہ کے متعلق خوب خوب گفتگو رہتی تھی۔ محدث اعظم پاکستان کی سلامت روی دینداری اور ذوق وشوق کا یہ عالم تھا کہ چند لمحات کیلئے بھی اپنا کوئی وقت بیکار جانے دینا نہیں چاہتے تھے۔ چند منٹ اگر کوئی کسی اور بات میں مشغول کر لیتا تو پریشان ہو جاتے۔ فرماتے بھئی بہت وقت ضائع ہو گیا۔

پنجگانہ: نماز کیلئے مسجد جا کر بھی جماعت میں تاخیر پاتے تو وظیفہ پڑھتے رہتے یا کتاب کے مضامین پر غور کرتے رہتے۔ کتاب دیکھنے کیلئے بے چینی ہوتی تو ٹہلنے لگتے۔ اس قدر کتب بینی کرتے تھے اور اتنی عبارتیں یاد تھیں کہ ہم لوگوں نے ان کا

نام "کتب خانہ" رکھ دیا تھا۔ ذہانت و متانت سے ان کی کدوکاوش از حد بڑھی ہوئی تھی۔ فقیر کو یہ خیال نہیں آتا کہ کبھی کوئی مذاق کا جملہ اُن سے سنا ہو وہ مذاق سے بالکل نا آشنا معلوم ہوتے تھے۔ حضرت حجۃ الاسلام رضی اللہ عنہ کا رنگ بہت زیادہ غالب تھا۔ بظاہر حضرت کی صحبت میں وہ سدھر گئے اور کچھ کے کچھ ہو گئے، لیکن فقیر کے خیال میں حضرت کی نظر کچھ ایسی گہری پڑ گئی کہ اس نظر کیمیا اثر نے ان کو جواہر الجواہر بنا دیا۔ اس موقع پر حضرت بندہ نواز سید محمد حسین گیسو دراز رضی اللہ عنہ کا ایک منقول شعر یاد آتا ہے

اگر از جانب معشوق نباشد کششے
کوشش عاشق بیچارہ بجائے نہ رسد

حق ہے:

آناں کہ خاک را بنظر کیمیا کنند
آیا بود کہ گوشہ چشمے بما کنند

اپنے قیام پاکستان کے متعلق جگہ کی تشخیص کا خیال ہوا تو حضرت مفتی اعظم ہند قبلہ مدظلہ العالی و دامت برکاتہم و فیوضہم العالیہ سے استرشاد فرمایا تو حضرت نے لائلپور کی طرف اشارہ فرمایا وہاں ہزاروں مخالفتوں اور عوائق کے باوجود اس طرح جم گئے کہ اس وہابیت نگر کو سنیت آباد بنا کر چھوڑا۔ اعلیٰ حضرت عظیم البرکت رضی اللہ عنہ و رضی اللہ عنہ کے دونوں صاحبزادگان کے حضرت محدث اعظم پاکستان علیہ الرحمۃ والرضوان سراپا برکت نشان تھے۔ ایک تن تنہا اور بے سرو

سامان کا سلف صالحین کی پیروی میں اجنبی جگہ جا کر مقیم ہو جانا اور مختصر عرصہ میں دین متین کو اس طرح عروج دینا کہ ایک زبردست دارالعلوم کا قیام ہو جائے اور ہزاروں اُن سے مستفیض ہوں ایک امر غریب ہے اور سنا ہے کہ مدرسہ میں لاکھوں روپے کی رقم موجود ہے، آخر میں اظہار مقبولیت کا ایک زبردست کرشمہ دیکھئے کہ جنازہ میں لاکھوں کا اژدہام رہا۔ ایسے ہی لوگ موت العالم اور موت العالم ثلمة فی الدین کے مصداق ہوتے ہیں۔ جی چاہتا ہے کہ اپنے حضرت رضی اللہ عنہ کا یہ شعر اخیر میں درج کروں۔

موت عالم موت عالم ثلمۂ دین نبی
جان تو جانِ جہاں جانِ جہاں بر تو نثار
وَهُوَ الْبَاقِیْ وَلَهُ الْبَقَاءُ كُلُّ شَیْءٍ هَالِكٌ اِلَّا وَجْهَهٗ

فخر العلماء حضرت مولانا حافظ محمد عبدالعزیز صاحب مبارکپوری رقمطراز ہیں

"زمانہ کروٹیں بدلتا رہتا ہے۔ بہار و خزاں کے ہزاروں دور آتے جاتے ہیں مولائے کریم کے فضل و کرم کی بارش ہوتی ہے۔ اس کا دریائے کرم موجزن ہوتا ہے۔ تب کہیں کوئی باکمال ہستی ممتاز شخصیت وجود میں آتی ہے۔ جو فضل و کمال کا آفتاب بن کر چمکتی اور ماہتاب بن کر دمکتی ہے اور اپنے فیوض و برکات سے عالم کو فیضیاب کرتی ہے۔ عوام و خواص سب پر اس کا فیضان کرم ہوتا ہے۔ سبھی اس سے مستفید ہوتے ہیں مگر جب وقت آتا ہے تو وہ ذات مقدسہ آن واحد میں رخصت

ہو جاتی ہیں اور ان کے وجود گرامی سے دنیا خالی ہو جاتی ہے۔وہ فضل وکمال کا
آفتاب غروب ہو جاتا ہے اور دنیا تاریک ہو جاتی ہے۔زمانہ اسی رفتار پر ہے۔
اَلْعَظْمَۃُ لِلّٰہِ الدَّوَامُ وَالْبَقَاءُ لَہٗ تَعَالٰی وَ تَقَدَّسَ۔

ابھی ہماری نظروں کے سامنے الحاج حضرت علامہ شاہ محمد سردار احمد
صاحب قبلہ محدث اعظم پاکستان کے علم وفضل کا آفتاب اپنی پوری تابانی کے ساتھ
روشن و درخشاں تھا۔عالم کو منور کر رہا تھا۔آپ کے فیوض و برکات سے عالم
فیضیاب تھا مگر دیکھتے ہی دیکھتے آن کی آن میں وہ ہم سے رخصت ہو گئے۔داغ
مفارقت دے گئے۔آپ کی رحلت وہ حادثہ جانکاہ ہے جس نے شہر سونے کر دیئے
بستیاں سنسان کر دیں ہر جگہ سناٹا معلوم ہوتا ہے۔علم وفضل کا یہ آفتاب کیا غروب
ہوا دنیائے اسلام میں صف ماتم بچھ گئی، کہرام مچ گیا، سکتہ کا عالم طاری ہو گیا۔
العین تدمع القلب یحزن وما نقول الا ما یرضیٰ بہ ربنا ۔

آنکھیں اشکبار ہیں، دل غمگین ہیں، زبانوں پر انا للہ وانا الیہ راجعون
جاری ہے۔رحلت کی خبر سے دارالعلوم اشرفیہ میں تعطیل کر دی گئی۔تعزیتی جلسہ
منعقد ہوا، ہر شخص غم واندوہ کا مجسمہ نظر آتا تھا۔آنکھیں اشکبار، چہرے اُداس تھے
اور کیوں نہ ہو، حضرت موصوف علم وفضل کے آفتاب تھے۔زہد وتقویٰ کے ماہتاب
تھے، امانت ودیانت کے خورشید درخشاں تھے، ہر کمال کے مجمع تھے، عالم دین تھے،
علامہ زماں تھے، استاذ محترم حضرت صدرالشریعہ علیہ الرحمۃ کے ارشد تلامذہ سے

تھے، علم وفضل زہد وتقویٰ میں حضرت قبلہ کے صحیح جانشین تھے۔ جامع معقول ومنقول تھے، ہر علم میں آپ کو کمال حاصل تھا، بالخصوص فن حدیث میں آپ کو ید طولیٰ حاصل تھا۔ بلا مبالغہ آپ بخاری زماں تھے۔ آپ کے درس وسیع میں درس حدیث کو امتیاز خصوصی حاصل تھا۔ عالم حدیث تھے۔ اس کے ساتھ عامل حدیث تھے، جو حدیث پڑھی اس پر پورا عمل کیا مشتے نمونہ از خروارے ذرا غور کا مقام ہے

ترمذی شریف کی حدیث ہے طعام الواحد یکفی الاثنین وطعام الاثنین یکفی الثلاثۃ۔ الحدیث یعنی ایک شخص کا کھانا دو کیلئے کافی ہو سکتا ہے اور دو کا تین کیلئے کافی ہو سکتا ہے۔ اس حدیث پر حضرت علامہ موصوف نے پورا عمل کیا۔

واقعہ یہ ہے کہ جب آپ دارالعلوم مظہر اسلام بریلی شریف کے شیخ الحدیث تھے تو میں نے آپ کی خدمت میں ایک طالب علم حافظ محمد صدیق مراد آبادی کو تحصیل علم کیلئے روانہ کیا۔ حضرت موصوف نے اس کو دارالعلوم مظہر اسلام میں داخل کرلیا مگر اس کے کھانے کا انتظام نہ ہو سکا حضرت کا جو کھانا معمولاً آیا کرتا تھا اُسی کھانے میں اپنے ساتھ کھلانا شروع کر دیا۔ دو چار روز برس بیس روز نہیں بلکہ جب تک حافظ محمد صدیق بریلی شریف رہے۔ برابر ان کو اپنے ساتھ اُسی ایک کھانے میں شریک رکھا۔ ان سے فرمایا کرتے تھے کھاؤ بسم اللہ پڑھ کر کھاؤ انشاء اللہ دونوں کو کافی ہوگا۔ حافظ محمد صدیق کا بیان ہے کہ میرا پیٹ تو بھر جاتا تھا۔ حضرت مولانا کے متعلق میں کچھ نہیں کہہ سکتا حضرت موصوف علیہ الرحمۃ کا یہ وہ عمل

ہے جو فی زمانہ اپنی آپ ہی نظیر ہے۔

خوف الٰہی وخشیت ربانی زہد وتقویٰ، اتباع سنت آپ کی طبیعت ثانیہ تھی ہر قول وفعل تمام حرکات وسکنات نشست وبرخاست میں اتباع سنت ملحوظ رکھتے تھے ۔زمانہ طالب علمی میں آپ اس قدر پابند سنت اور متبع شریعت تھے کہ آپ کے لیل ونہار خلوت وجلوت کے تمام حالات سنت کریمہ کے مطابق ہوتے تھے۔

اجمیر: مقدس کا پورا دور طالب علمی میرے سامنے ہے۔زمانہ طالب علمی میں وہ پاک اور ستھری زندگی ہے جو ریاضت ومجاہدہ کے بعد بھی دشوار ہے کم کھانا، کم بولنا، کم سونا، شب وروز تحصیل علم میں مصروف رہنا آپ کا معمول تھا۔سلسلہ کے وظائف اور نماز باجماعت کے پابند تھے۔خشیت ربانی کا یہ عالم تھا کہ نماز میں جب امام سے آیت ترہیب سنتے تو آپ پر لرزہ طاری ہوجاتا۔حتیٰ کہ پاس والے نمازی کو محسوس ہوتا تھا یہ طالب علمانہ مقدس زندگی کی کیفیات ہیں۔اس سے آپ کی روحانیت کا اندازہ ہوسکتا ہے اور آپ کے مقام رفیع کا پتہ چل سکتا ہے۔

بلاشبہ حضرت موصوف مجمع البحرین تھے۔جامع منقول ومعقول تھے۔علم وعمل کے جامع تھے، کمالات ظاہری وباطنی سے آراستہ تھے۔بزرگان دین سلف صالحین کے نمونہ تھے۔باقیات الصالحات سے تھے۔ہندوستان وپاکستان میں آپ کے تیس سالہ درس وتبلیغ سے ہزاروں تشنگان علوم سیراب ہوئے۔آپ کے تلامذہ میں بڑے بڑے جید علماء وفضلاء ہیں جو دین متین کی شاندار خدمات انجام

دے رہے ہیں ۔ دارالعلوم مظہر اسلام لالکپور آپ کی شاندار یادگار ہے۔ مولائے کریم اس کو دوام وثبات عطا فرمائے ۔ حضرت مرحوم کا یہ فیض ہمیشہ جاری رہے دعا ہے کہ خداوند کریم حضرت مرحوم کی دینی خدمات کا بہترین صلہ عطا فرمائے۔ جنت الفردوس میں بلند مقام عطا فرمائے ۔ آپ کے فیوض و برکات تا قیامت جاری رکھے ۔ پسماندگان متوسلین و متعلقین و معتقدین کو صبر جمیل و اجر جزیل عطا فرمائے۔

آمین بجاہ حبیبہ سید المرسلین وصلی اللہ تعالیٰ

علی النبی الکریم و علیٰ الہ افضل الصلوٰۃ والتسلیم ۔

شیخ الحدیث

(از نتیجہ فکر: سید اختر الحامدی صاحب حیدر آباد)

منقبت بر لب کوئی مستانہ شیخ الحدیث
آ گیا ہے تا درِ میخانہ شیخ الحدیث

چاہتا ہے جانے کیا دیوانہ شیخ الحدیث
ہے لبوں پر نعرۂ مستانہ شیخ الحدیث

پی رہے ہیں تشنہ لب پیانہ شیخ الحدیث
قادری میخانہ ہے میخانہ شیخ الحدیث

مظہر اسلام کیا ہے؟ مظہر شانِ رضا
مرکز ہر علم ہے کاشانہ شیخ الحدیث

دیکھئے جس کو وہ انجم آسمانِ علم ہے
یہ دبستان ہے کہ انجم خانہ شیخ الحدیث

آج ہر سینہ ہے طورِ علم و فضل و معرفت
آج ہر دل ہے تجلی خانہ شیخ الحدیث

مفتیٔ اعظم نے خود اپنے مقدس ہاتھ سے
تم کو بخشا خلعتِ شاہانہ شیخ الحدیث

جبّہ و دستار کا اللہ رے جاہ و جلال

اُڑ رہا ہے پرچم شاہانۂ شیخ الحدیث

در حقیقت سنیت کی سلطنت کا تاج ہے

آج برواج سر شاہانۂ شیخ الحدیث

شرح ''اھل الذکر'' ہے از ابتداء تا انتہا

کس قدر پاکیزہ ہے افسانۂ شیخ الحدیث

آج گلدستہ یہ اختر بھی حسین اشعار کا

لے کے آیا ہے پے نذرانۂ شیخ الحدیث

(رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ)

تحدیث نعمت:

اُن سب پیاروں کی طرح جو کہتے ہیں کہ حضرت محدث اعظم کو ہم سے زیادہ پیار تھا اس فقیر راقم الحروف کا بھی دعویٰ ہے کہ وہ سب سے زیادہ پیار مجھ سے فرماتے تھے۔ جب بھی گوجرانوالہ سے فیصل آباد اُن کی خدمت میں حاضری ہوتی' بہت تپاک سے ملتے اور اپنے ساتھ کھانا کھلاتے۔ علماء حضرات کی ایک مجلس میں ارشاد فرمایا''جس کا نام محمد حنیف نیازی ہے وہ کام کی مشین ہے''۔ پاسبانِ مسلک رضا حضرت علامہ ابوداؤد محمد صادق صاحب کی ہائیکورٹ میں سیشن کورٹ کے فیصلہ کے خلاف اپیل زیر سماعت تھی' مسلسل تین ہفتوں سے ہر پیر وار کو سماعت ہوتی لیکن ضمانت نہ ہوتی تھی۔ تیسری سماعت کے دوران جامعہ مظہر اسلام فیصل آباد میں مجلس دُعا منعقد تھی اور قصیدہ بُردہ شریف پڑھا جارہا تھا کہ ہائیکورٹ نے ضمانت منظور کر لی۔ فقیر نے فون پر اطلاع کیلئے جیسے ہی نمبر ملایا اور اُدھر ٹیلیفون کی گھنٹی بجی' حضرت صاحب معاً فرمایا''عبدالقادر ٹیلیفون سنو' انشاء اللہ خوشخبری آئی ہے''۔ مولانا عبدالقادر صاحب (رحمۃ اللہ علیہ) نے فون اُٹھایا تو میں نے عرض کیا''حضرت! محمد حنیف بول رہا ہوں''۔ الحمد للہ ضمانت منظور ہو گئی ہے۔ مولانا نے الحمد للہ کہا اور بتایا کہ حضرت صاحب نے ابھی مجھے فرمایا ہے کہ فون سنو' خوشخبری آئی ہے۔ اس کے بعد مولانا نے فرطِ عقیدت سے حاضرین کو مبارک پیش کی اور حضرت محدث اعظم علیہ الرحمۃ سمیت سب حاضرین کے چہرے مسکراہٹ سے کھل اُٹھے اور خوشی سے آنکھیں نمناک ہو گئیں۔ فالحمد للہ علیٰ ذالک۔

جیسے ہی آپ کے جسد اطہر کو لے کر ریل گاڑی کراچی سے ریلوے اسٹیشن لائلپور پہنچی' دیگر ہزاروں پروانوں کی طرح فقیر بھی پلیٹ فارم پر حاضر تھا۔ جس وقت میت کو بڑے بڑے بانسوں والی چارپائی پر لے جایا جارہا تھا' غالباً سب سے پہلے راقم الحروف نے دیکھا کہ

چارپائی پر انوار کی بارش ہو رہی ہے میں نے اپنے ساتھ کھڑے مولانا محمد سعید نگینوی صاحب کو توجہ دلائی تو وہ بھی کہنے لگے کہ میں بھی سوچ رہا ہوں کہ یہ کیا چیز ہے پھر کہنے لگے کہ شاید چارپائی پر جو چادر ہے اُس میں شیشے لگے ہیں اور دھوپ میں جھلملا رہے ہیں۔ میں نے عرض کیا دھوپ تو ہے نہیں بادل ہیں۔ اتنے میں چارپائی دوسری جانب گھوم گئی اور انوار و تجلیات کی انوکھی بارش بھی ساتھ ہی گھوم گئی۔

جس وقت آپ کے آستانہ پر دُوسرا غسل دے کر چھوٹے کمرہ میں چارپائی رکھی گئی اور دروازہ کھلا تو اُس وقت صوفی اللہ رکھا صاحب اور اس فقیر کے علاوہ اس جگہ کوئی اور صاحب موجود نہ تھے بلکہ صوفی اللہ رکھا صاحب بھی تھوڑی دیر کیلئے اندر چلے گئے۔ اس وقت آپ کے چہرہ مبارک کی زیارت کا جو سماں تھا' لفظوں میں بیان نہیں ہو سکتا۔ فقیر کے دل سے انتہائی تڑپ اُٹھ رہی تھی کہ آپ کے پاؤں کو چوم لوں تاہم ہمت نہیں ہوتی تھی کہ شاید میرے لب اس قابل نہیں کہ حضرت کے پاؤں چوم لیں۔

دھوبی گھاٹ میں نماز جنازہ پڑھنے کیلئے لاکھوں افراد جمع تھے اور مجھے قبلہ کی سمت کا صحیح اندازہ نہ ہو رہا تھا اور نہ معلوم تھا کہ میت والی چارپائی کس جگہ ہے۔ نظر گھماتے گھماتے جب میں نے اپنی بائیں جانب دیکھا تو دُور کافی فاصلہ پر وہی نورانی پھوار جھلمل جھلمل کرتی نظر آئی' جس سے اندازہ ہو گیا کہ جنازہ کس جگہ ہے اور قبلہ کس سمت ہے۔

حضرت محدث اعظم رحمۃ اللہ علیہ سچے عاشق رسول تھے' جس کی شہادت بعد از وصال یہ مسلسل جھلمل جھلمل کرتی نورانی پھوار دے رہی تھی۔ خدا جانے یہ فرشتگان رحمت تھے جو نورانی پھوار کی شکل میں نظر آ رہے تھے۔ یا پھر وہی بہتر جانتا ہے کہ اس کا منبع کہاں تھا۔ (الفقیر: محمد حفیظ نیازی غفرلہٗ)

فہرست کتب

عاشق مدینہ پاسبان مسلک رضا مجاہد ملت الحاج

مفتی ابوداؤد محمد صادق صاحب قادری رضوی مدظلہ العالی

امیر جماعت رضائے مصطفےٰ پاکستان

۲۰۔ مسلک شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ

۲۱۔ مسلک شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ

۲۲۔ غوث الاعظم اور گیارھویں شریف

۲۳۔ محبوبان خدا کی برزخی زندگی

۲۴۔ شان محمدی ﷺ نجدی عقائد اور عیسائی چیلنج

۲۵۔ مسئلہ ختم نبوت اور علماء اہلحدیث و دیوبند کی کلی پہ قادیان تھانہ بھون میں

۲۶۔ رسالہ نور

۲۷۔ مختصر حیات اعلیٰ حضرت مع تعارف کنز الایمان اور عقائد علماء نجد و دیوبند

۲۸۔ علماء دیوبند کی دورنگی توحید

۲۹۔ مکتوب مولانا ابوداؤد بنام مولانا ابو البلال امیر دعوت اسلامی

۳۰۔ دو جماعتیں (تبلیغی جماعت اور جماعت اسلامی کا اصل پس منظر)

۳۱۔ شاہ احمد نورانی رحمۃ اللہ علیہ

۳۲۔ ترجمہ اعلیٰ حضرت کے خلاف پروپیگنڈا کا محاسبہ اور غلط فہمیوں کا ازالہ مسمّی بہ پاسبان کنز الایمان

☆ حضرت خواجہ غلام حمید الدین سیالوی سجادہ نشین سیال شریف
☆ مولانا الحاج ابوداؤد محمد صادق صاحب
☆ مولانا الحاج عبدالستار خاں نیازی علیہ الرحمۃ

الحاج صاحبزادہ ابوالرضا محمد داؤد رضوی کی مرتبہ کتب

۱۔ حیات عامر چیمہ شہید رحمۃ اللہ علیہ
۲۔ تحفہ معراج وحقانیت اہلسنّت
۳۔ یادگار خلیل وذبیح (قربانی کے فضائل و مسائل)
۴۔ جب زلزلہ آیا
۵۔ رحمت کی برسات (ماہ رمضان ذیشان کے فضائل و مسائل)

الحاج محمد حبیب الرحمٰن نیازی قادری رضوی کی مرتبہ کتب

۱۔ نماز نبوی
۲۔ عقائد اہلسنّت (قرآن وحدیث کی روشنی میں)
۳۔ آداب مرشد
۴۔ فیضان الحرمین (حج وعمرہ کے ضروری مسائل)
۵۔ رضوی مجموعہ نعت

ادارہ رضائے مصطفےٰ کی مطبوعہ چند دیگر کتب

نمبر	کتاب	مصنف
۱۔	مسئلہ تصویر اور ویڈیو فلم	مولانا علامہ احمد حسین قاسم الحیدری
۲۔	محاکمہ کا محاسبہ	رئیس التحریر مولانا محمد حسن علی رضوی میلسی
۳۔	نغمات رضا	مولانا الحاج محمد حفیظ نیازی صاحب
۴۔	اسلامی تعلیمات	میاں احمد سعید خان قادری رضوی صاحب
۵۔	بیس تراویح پر بیس احادیث اور منکرین پر بیس اعتراضات	محدث اعظم پاکستان مولانا ابوالفضل محمد سردار احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ
۶۔	مشکل کشائی بفضل الٰہی	مناظر اسلام مولانا علامہ صوفی اللہ دتہ رحمۃ اللہ علیہ فقیہ العصر مولانا حافظ محمد احسان الحق رحمۃ اللہ علیہ
۷۔	الدرر السنیہ	شیخ الاسلام علامہ سید احمد زینی دحلان رحمۃ اللہ علیہ
۸۔	الکوکبۃ الشہابیہ فی کفریات ابی الوہابیہ مع سل السیوف الہندیہ علی کفریات بابا النجدیہ	اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں محدث بریلوی رحمۃ اللہ علیہ
۹۔	انوار عقیدت (قصیدۂ نور پر بہترین تضمین)	علامہ سید اختر الحامدی حیدرآبادی رحمۃ اللہ علیہ
۱۰۔	بہار عقیدت (سلام رضا پر بہترین تضمین)	علامہ سید اختر الحامدی حیدرآبادی رحمۃ اللہ علیہ
۱۱۔	جشن میلاد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے نورانی موضوع پر بلند پایہ علمی و تحقیقی شاہکار	محدث جلیل حضرت علامہ ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ شارح مشکوٰۃ شریف۔ مترجم: مولانا علامہ محمد گل احمد عتیقی صاحب